اشرف الفقہا کی سیرت ہم سناتے جائیں گے
ان کی عمر پاک کے جلوے دکھاتے جائیں گے

گلشنِ سیرت اشرف الفقہا مجیب زماں

۲۰۲۱ء

اشاعت: بموقع عرس اوّل ۱۴۴۲ھ م ۲۰۲۱ء

ناشر: محمد عبداللہ نوری مدرس جامعہ رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی راپچور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشرف الفقہا کی سیرت ہم سناتے جائیں گے

ان کی عمر پاک کے جلوے دکھاتے جائیں گے

۱۴۴۲ھ

گلشنِ سیرتِ اشرف الفقہا مجیب زماں

۲۰۲۱ء

اشاعت: بموقع عرس اوّل ۱۴۴۲ھ م ۲۰۲۱ء

ناشر: محمد عبداللہ نوری مدرس جامعہ رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی رائچور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام رسالہ: **تذکرۂ ایام مجیبیؔ** المعروف **گلشن سیرت اشرؔف الفقہاء مجیبؔ زماں**
۱۴۴۲ھ ۲۰۲۱ء

صفحات: ۱۲۸

مضمون نگاران: پنج خلفاے حضرت اشرؔف الفقہاء علیہ الرحمہ

مشیرین: اساتذۂ جامعہ و دیگر علماے کرام

اشاعت اول: بموقع عرس اول حضرت اشرؔف الفقہاء علیہ الرحمہ
۱۴۴۲ھ م ۲۰۲۱ء

تعداد: ۳۰۰۰

قیمت: براے دعاے خیر (بلا ہدیہ)

منجانب: دو بندگانِ خدا (محبانِ گلشن رضوی، رائچور)

❁❁❁❁❁❁❁

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

❁❁❁❁❁

❁❁❁

❁

شرف انتساب

اُن تین بزرگوں کے نام، جن کی صالح، بافیض تربیتوں اور نیک دعاؤں سے

اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ کے کمالات

اُن کے گلشن حیات ہی میں پھولوں کی طرح مہکتے اور آسمان علم وفضل پر ستاروں کی طرح چمکتے رہے:

(۱) مرشد گرامی، شیخ طریقت، تاجدار اہل سنت حضرت علامہ **محمد مصطفیٰ رضا خان** المعروف مفتی اعظم ہند (بریلی شریف) (متوفی: ۱۴رمحرم الحرام ۱۴۰۲ھ م ۱۲رنومبر ۱۹۸۱ء)

(۲) استاذ گرامی، فقیہ العصر، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی **محمد شریف الحق امجدی** (گھوسی) (متوفی: ۶رصفر ۱۴۲۱ھ م ۱۱رمئی ۲۰۰۰ء) (علیہما الرحمۃ والرضوان)

(۳) والد گرامی حضرت الحاج **محمد حسن صاحب اشرفی** مرحوم (گھوسی، ضلع اعظم گڑھ، یوپی) (متوفی: ۱۳رربیع الاول ۱۴۰۵ھ م ۵ردسمبر ۱۹۸۴ء)

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی قبور کو انوار وتجلیات سے معمور فرمائے اور ان کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے اہل سنت وجماعت کو سرفراز فرمائے۔ آمین

مرتب

محتاج کرم: م، ق، ر (مقر)

۱۴۹۲ اخ ۱۱۱ ادمیم ۳رمر (۱۲ح)

❁❁❁❁❁

فہرست مضامین

عنوان	مصنف	صفحہ
شرف انتساب	---	۳
فہرست مضامین	---	۴
پیش لفظ	---	۵
حمد باری تعالیٰ (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ)	حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۶
نعت پاک	حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۷
منقبت	حضرت مولانا مفتی نسیم صاحب قبلہ اعظمی	۸
منقبت	دختر حضرت مولانا مفتی نسیم صاحب قبلہ اعظمی	۹
حضرت اشرف الفقہاء کون؟	حضرت علامہ مولانا محمد احسان الحق صاحب قبلہ	۱۰
آنکھوں دیکھے حالات مجیبیؔ	حضرت مولانا محمد جعفر العابدین صاحب	۱۵
حضرت اشرف الفقہاء مخدوم کے بھی مخدوم تھے	حضرت مولانا سید مخدوم قادری صاحب	۳۲
حضرت اشرف الفقہاء چشمۂ فیض وعطا	حضرت مولانا محمد عتیق الرحمٰن امجدی صاحب	۳۹
حضرت اشرف الفقہاء کا داعیانہ کردار	حضرت مولانا مفتی محمد شبیر عالم قادری صاحب	۴۴
مسرت اندوز انٹرویو	خادم حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۵۱
گل دستۂ سوانح اشرف الفقہاء	خادم حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۸۹
ملفوظات مجیبیہؔ	حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۱۱۸
کرمِ بے نظیر	حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۱۱۹
گلہائے عقیدت وطغرائے تہنیت (بے نقطے والا طغرا)	خادم حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۱۲۰
اشرف رشکِ قمر	خادم حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۱۲۱
منقبت (در صنعت توشیح)	خادم حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۱۲۴
۸۵ رتاریخی مادّے	خادم حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ	۱۲۵

پیش لفظ

ایک موقع سے خلیفۂ وقت مامون رشید نے یہ فقرے کہے تھے:

اہل علم وفضل ''خدا کے برگزیدہ بندے'' ہیں جنھوں نے اپنی زندگی' انسانی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ وہ' لوگوں کو علم وحکمت کے نکتے سمجھاتے ہیں۔ وہ' نظام کائنات کی شیرازہ بندی کرتے ہیں اور محفل کون وفساد (دنیا) کی شمعیں روشن رکھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان تھک کوشش نہ کرتے تو دنیا' جہالت و وحشت کے اتھاہ اندھیروں میں ماری ماری پھرتی۔

اُنھیں ''خدا کے برگزیدہ بندوں'' میں سے ایک ذات

اشرف الفقہاء حضرت علامہ الحاج المفتی الشاہ **محمد مجیب اشرف** علیہ الرحمہ

کی بھی تھی جن پر مندرجہ بالا مضمون مکمل صادق آتا ہے۔

اسی عظیم شخصیت کی بے شمار دینی خدمات اور ہم پر احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہِ مجیبیؒ میں چند گلہائے محبت بشکل رسالہ ''**تذکرۂ ایام مجیبیؒ**'' بطور خراج عقیدت نچھاور کر رہے ہیں۔

گر قبول اُفتد زہے عز وشرف

❁❁❁❁❁❁❁

نوٹ: علمائے مخلصین کی اصلاح و دعا کا ہمیشہ انتظار رہے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ

سکونِ قلبِ حزیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ
شعورِ دینِ متیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

اٹھو جوانو! اٹھو مصطفیٰ کے دیوانو!
سنبھالو پرچمِ دیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

جہالتوں کے اندھیروں کو دور کردینا
جلا کے شمعِ مبیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

کچل دو وقت کے چنگیز اور ہلاکو کو
بعزمِ علم ویقیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

یہودی ہوں کہ سعودی، مٹادو نام ونشاں
بزورِ کلمۂ دیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

جلادو بت کدۂ دہر میں ہر اک جانب
چراغِ نورِ مبیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

رہیں نہ کفر کی بدمستیاں کہیں باقی
پڑھا دو کلمۂ دیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

دکھا دو شوکتِ اسلام پھر زمانے کو
بتادو طاقتِ دیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

خدا عطا کرے اسلام کے جیالوں کو
وفورِ جذبۂ دیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

عدو کو تم سے کبھی ہو نہ جراَتِ پیکار
بٹھادو ہیبتِ دیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

دُعا ہے اشرفِ رضوی کی اے مرے مولیٰ!
بلند ہو سرِ دیں لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ

از

حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ
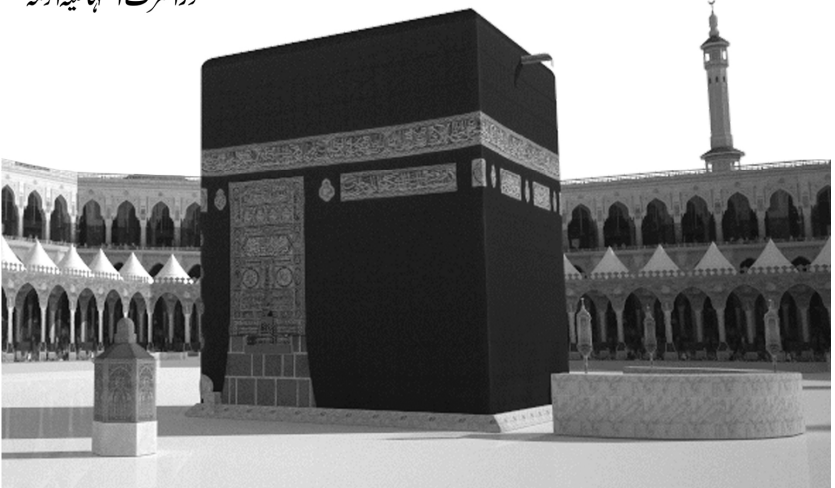
نعت پاک

عشاق کی یہ بزم ہے تشریف لائیے!
سرکار اپنا جلوۂ زیبا دکھائیے!

ظلم وستم کی دھوپ میں کب تک جلیں گے ہم
لطف وکرم کی چھاؤں میں اب تو بلائیے!

رہزن کھڑے ہیں تاک میں کوئی نہیں شہا!
سرکار! ان کمینوں سے ہم کو بچائیے!

بادِ خلاف تیز ہے دریا ہے باڑھ پر
منجدھار میں ہے ناؤ کنارے لگائیے!

صبحِ وطن سے دور شبِ غم نے آلیا
رنج والم کے دام سے للہ! چھڑائیے!

زارونزار حاضرِ دربار ہوں شہا!
قلبِ حزیں سے بوجھ غموں کا ہٹائیے!

بُردِ یمانی، رُخ سے ہٹا کر مرے حضور!
حرماں نصیب ہوں مری قسمت جگائیے!

تھوڑی جگہ عطا کریں اشرؔف کو پاس میں
جامِ غمِ فراق نہ اس کو پلائیے!
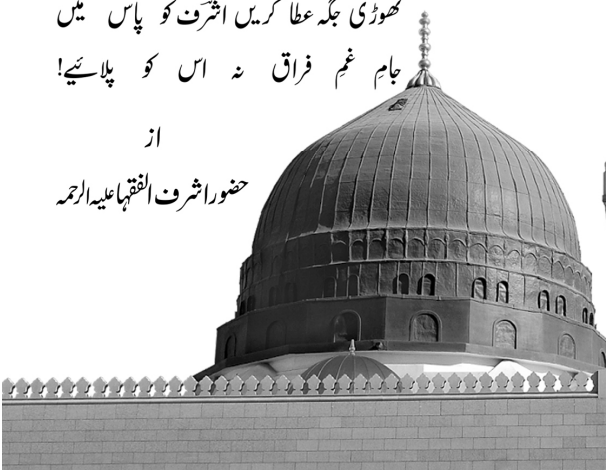
منقبت در شان حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ

نتیجۂ فکر: از حضرت علامہ مفتی محمد نسیم صاحب قبلہ اعظمی مدظلہٗ (گھوسوی)

جس نے پڑھا ہے آپ سے ذی شان بن گیا
نکلا جو درس گاہ سے سلطان بن گیا

قرآں کا درس جس کا وظیفہ تھا عمر بھر
ہم سے بچھڑ کے قبر کا مہمان بن گیا

مے خانۂ مجیبؔ سے اک گھونٹ پی لیا
بے راہ رو بھی دین کا مستان بن گیا

قال رسول اللہ تھا ان کا بیان و وعظ
قرب خدا، رسول کا سامان بن گیا

سُن کرکے تیرے وعظ کی گرمی، گرج تڑاق
دانا بھی تیرے سامنے نادان بن گیا

آؤ! دِکھاؤں ان کی کرامت کا اک نشاں
بدُّو بھی آیا ، حافظ قرآن بن گیا

تیرا بیان ایسا کہ دل میں اتر گیا
بے ایمان آیا، صاحب ایمان بن گیا

آیا تھا بدعقیدہ و گمراہ ان کے دَر
واپس ہوا تو صاحب عرفان بن گیا

"دارالعلوم امجدیہ" ناگ پور میں
حضرت کی ذات کے لیے پہچان بن گیا

آباد ان کی ذات سے تھا شہر ناگ پور
واحسرتا نسیمؔ! یہ سنسان بن گیا

کہتی تھی درس گاہ تری مجھ سے اے نسیمؔ!
جاہل بھی آکے صاحب عرفان بن گیا

آیا تھا گھر سے جب نسیمؔ تو اپنے، گنوار تھا
ان کی نگاہِ فیض سے انسان بن گیا

❁❁❁❁❁

منقبت در شان حضرت اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ

نتیجۂ فکر: از دختر نیک اختر سلمہا حضرت علامہ مفتی محمد نسیم صاحب قبلہ اعظمی (گھوسوی)

اشرف الفقہا کی سیرت، ہم سناتے جائیں گے
آپ کی ہر ہر فضیلت ہم سناتے جائیں گے

بزم میں ان کی شرافت ہم سناتے جائیں گے
دین کی جو کی تھی خدمت ہم سناتے جائیں گے

علم والوں نے کہا ہے "اشرف الفقہاء" تجھے
جاری ہے جو ان کی مدحت ہم سناتے جائیں گے

ہیں خلیفہ مفتیِ اعظم کے جو مفتی مجیبؔ
اِن کو ہے جو اُن سے اُلفت ہم سناتے جائیں گے

خوب صورت، خوب سیرت، باشرف و باعمل
ہاں سراپا خوب صورت ہم سناتے جائیں گے

ہیں ہمارے پیر ومرشد "حضرت مفتی مجیب"
پیر ومرشد کی محبت ہم سناتے جائیں گے

آپ کے وعظ ونصیحت سے جو دل روشن ہوا
آپ نے کی جو خطابت ہم سناتے جائیں گے

آپ کے دست مبارک سے ملی جس کو سند
چار سُو اس کی فضیلت ہم سناتے جائیں گے

جو بھی دیکھا اک نظر تجھ کو، وہ تیرا ہوگیا
ایسی تھی تیری کرامت ہم سناتے جائیں گے

عرس اشرف کو منانے ہم چلیں گے ناگ پور
عشق والوں کی عقیدت ہم سناتے جائیں گے

میرے بابا پر جو شفقت آپ کی تھی اے مجیبؔ
میرے بابا کی وہ چاہت ہم سناتے جائیں گے

علم والوں کی حقیقت کو بتا: اے فوزیہؔ!
کی تھی جو ہم کو نصیحت ہم سناتے جائیں گے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کون؟

از: غمخوار سنیت، مجاہد اہل سنت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد احسان الحق صاحب قبلہ مدظلہٗ (سابق مدرس دار العلوم امجدیہ ناگپور)

یا مجیب السائلیں حرفِ دُعا کر لے قبول
اشرف الفقہا مجیبِ خوش لقا کے واسطے

اشرف الفقہا کی سیرت، ہم سناتے جائیں گے
اُن کی عمرِ پاک کے جلوے دکھاتے جائیں گے
حشر تک اُن کا رہے گا ہم پہ احسانِ وفا
اُن کے احسانوں کا احساں ہم اٹھاتے جائیں گے

آقائے نعمت، مرشد اجازت، حضور اشرف الفقہا علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے اِس ناچیز محمد احسان الحق رضوی گھوسوی غفرلہٗ کو الحمدللہ پانچ پانچ نسبتوں کا شرف حاصل ہے: (۱) ہم وطن (۲) خالہ زاد برادر (۳) خسر محترم (۴) استاذ مکرم (۵) مرشد اجازت۔ مذکورہ تعلقات کے باوجود یہ پنج نسبتی غلام اِس بات کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہے کہ آپ علیہ الرحمہ کی عظمتوں کی انتہا کو آج تک کما حقّہٗ نہیں جان سکا۔ کیوں کہ ؎

ہمارے اشرف الفقہا کی عظمت، کوئی کیا جانے؟
نہ وہ جانیں، نہ ہم جانیں، نبی جانے، خدا جانے

ہاں! بظاہر اِس احسان کی اِن ظاہری آنکھوں نے اپنے محسن اعظم کو جب جب دیکھا، جہاں جہاں دیکھا، جو جو دیکھا بلکہ اُن کے دیکھنے کو بھی دیکھا ؎

میں نے اُن کو اتنا دیکھا، جتنا دیکھا جا سکتا تھا
لیکن آخر اِن آنکھوں سے، کتنا دیکھا جا سکتا تھا

اگر اُن دیکھے ہوئے احوال ظاہری کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا جائے تو اِس طرح کے فقرے بنتے چلے جائیں گے: **حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ بے شک ایک بہترین مفسر' مثالی محدث' عمدہ محقق' عظیم مفتی' حاضر جواب مناظر' باوقار عالم' بے باک خطیب' بافیض مرشد' بے مثال مصلح' لاجواب شارح' تجربہ کار مدرس' نکتہ سنج مقرر' بے لوث مبلغ' بے نظیر قائد' قادر الکلام شاعر اسلام' حق پسند' حق گو' حق پرست' خوش طبع' خوش پوش' خوش اخلاق' محافظ مسلک رضا' صاحب زہد و تقویٰ' نمونہ فضلا و صلحا اور عطاے غوث و خواجہ تھے۔**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و فضل' جاہ و جلال' فضل و کمال' حسن و جمال' تقویٰ و خشیت' اخلاص و للّٰہیت' بصارت و بصیرت' اتباع شریعت اور ذہانت و دیانت کی لازوال دولت عطا فرمایا تھا۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت گوناگوں فضائل و کمالات کی جامع تھی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دعوت و تبلیغ' وعظ و نصیحت' فقہ و افتا' اشاعت علم دین' فروغ مسلک اعلیٰ حضرت' دین و سنیت کی ترویج و اشاعت کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی دینی' علمی' اصلاحی' روحانی اور مسلکی خدمات جلیلہ کا دائرہ عالمی سطح پر پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے بے شمار معتقدین' ہزاروں مریدین' سیکڑوں تلامذہ' پچاسوں خلفا' کثیر جامعات و مدارس و مساجد آپ کے کارہائے نمایاں پر گواہ ہیں۔

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پیر خانے (مارہرہ شریف) کی جانب سے نمائندگی فرماتے ہوئے حضور رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر صاحب قبلہ مدظلہ (سجادہ نشین خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ) نے آپ علیہ الرحمہ کے وصال کے موقع پر یوں تعزیت کی ہے:

"مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں تھی۔ آپ بیک وقت بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ فصیح اللسان خطیب بھی تھے اور مایہ ناز ادیب بھی' آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے اور زہد و تقویٰ کا پیکر بھی۔ آپ واقف اسرار شریعت و طریقت بھی تھے اور آشنائے رموز محبت و حقیقت بھی۔ آپ کہنہ مشق مفتی بھی تھے اور بے مثال مدرس بھی۔ آپ کامیاب منتظم بھی تھے اور باکردار مہتمم بھی۔ آپ فقید المثال

مناظر بھی تھے اور حسن اخلاق کے دھنی بھی۔آپ کی بابرکت مجلس میں ایک یا دو بار حاضر ہونے والا آپ کی پُرکشش شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔فقیر برکاتی نے اُن کی دینی و ملی مخلص خدمات کے پیش نظر اُن کو ''سلسلۂ قادریہ برکاتیہ'' میں مجاز و ماذون بھی کیا تھا۔اُن کی رحلت سے ہم سب بھائی خصوصاً صاحب سجادہ حضور امین ملت بے حد مغموم ہوئے اور اس تحریر کے لکھنے تک اُن پر رقت طاری ہے۔''

اسی لیے مفکر اسلام علامہ قمر الزماں صاحب قبلہ مدظلہٗ بھی اپنے تعزیتی مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ اہل سنت کے ان اکابرین میں سے تھے جن کی خدمات کو آبِ زر سے لکھا جائے گا۔''

آپ نے بیعت و ارادت کے ذریعے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کو کافی تقویت پہنچائی ہے۔آپ سے بیعت و ارادت کا سلسلہ ہند و بیرون ہند میں بڑے پیمانے پر پھیلا ہوا ہے۔ایک لاکھ سے زائد آپ کے مریدین ہیں۔انھیں مریدین میں سے ایک ایسی ضعیف مریدہ کو میں جانتا ہوں جس کی بیعت نے ''حضرت والا کے موقف'' کو بھی بدل دیا تھا جس کا خلاصہ کچھ اِس طرح ہے:

مولانا عبد الغفار صاحب (فاضل دارالعلوم امجدیہ ناگپور و امام وخطیب مسجد قریشی) اور اُن کے رُفقا کی دعوت پر شہر ''ہنگولی'' کے ایک جلسے میں آپ علیہ الرحمہ تشریف لانے والے تھے۔مجھے اطلاع ملی تو میں اور حافظ محمد مشتاق صاحب، ہم دونوں بھی آپ سے ملاقات اور جلسے میں شرکت کا ارادہ کرکے ''پوسد'' سے نکل پڑے اور آپ کی آمد سے قبل ہم لوگ ''ہنگولی'' پہنچ گئے۔معتقدین کے ہمراہ، ہم بھی انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ آپ کی تشریف آوری ہوئی تو عقیدت مندوں نے بڑھ کر سلام و دست بوسی کرتے ہوئے اپنی آنکھوں کو نُور تو دل کو سُرور بخشا۔ابھی آپ قیام گاہ کی جانب روانہ ہونے والے ہی تھے کہ کسی نے کہہ دیا: ایک صلح کُلّی کے مکان پر حضرت والا کا قیام مناسب نہیں''۔یہ سنتے ہی

آپ نے مولانا عبد الغفار صاحب سے برجستہ فرمایا: ''میں تو وہاں نہیں جاؤں گا بلکہ آپ کی مسجد کے کمرے ہی میں قیام کروں گا''۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ پہلے تحقیق کرلی جائے۔ چناں چہ تحقیق کے بعد بھی یہی معلوم ہوا کہ واقعی وہ صاحب مُذَبْذَب ہیں۔ احباب نے فوراً مشاورت کرکے ''قیام گاہ'' تبدیل کردی اور آپ کو دوسرے مکان پر ٹھہرایا۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد وہی شخص، حضرت کے قریب آکر کہنے لگا: حضور! میری والدہ ایک ضعیفہ اور عمر رسیدہ خاتون ہیں وہ آپ سے بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ چوں کہ وہ نہایت کم زور اور ناتواں ہیں۔ اِس ''قیام گاہ'' تک اُن کا آنا بہت دشوار ہے۔ لہٰذا آپ ہی زحمت فرما کر غریب خانے پر تشریف لائیں اور اُنھیں مریدہ بنائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ نے فوراً اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: چلیے! میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔ حاضرین کو بڑا تعجب ہوا کہ پہلے آپ نے ''جانے'' سے انکار کردیا تھا اور اب ''جانے'' کے لیے تیار ہوگئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی اَن جان اِس ''جانے'' پر اِعتراض کرے یا غلط فہمی کا شکار ہو، آپ نے اس شخص کے مکان پر ''جانے'' میں کیا حکمت ہے؟ بیان فرمادی۔

چناں چہ آپ نے فرمایا: بھائیو! پہلے اُس مکان میں ''قیام وطعام'' کے لیے ''جانا تھا'' اور اب اُس ضعیفہ خاتون کو ''توبہ واستغفار'' کرانے کے لیے ''جانا'' ہے۔ صرف میرے ''جانے'' کو نہ دیکھنا، کیوں کہ؂

''جانے جانے'' میں فرق ہے احساں!

جس نے یہ جانا، ہے وہی جاناں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ''طور پہاڑ پر جانا'' اور ہے اور شب اسریٰ کے دولھا کا ''آسمانوں پر جانا'' اور ہے۔ اور یہ ''اور'' بھی قابل غور ہے۔

عجلت میں چند سطور بارگاہِ حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ میں نذر ہیں۔

ع گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

دراصل عزیز القدر محمد قلندر رضوی امجدی سلمہٗ حضرت والا علیہ الرحمہ کا وہ انٹرویو

(جو آپ کے وصال سے ۵ / ماہ ۲۶ / دن قبل کا ہے) شائع کرنا چاہتے تھے جس میں آپ کی حیات وخدمات، تاریخی معلومات اور تحقیقی حالات، مرقوم ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ میں نے بھی اَز ابتدا تا انتہا اُس کا مطالعہ کیا ہے۔ بہت پسند آیا۔ دل باغ باغ ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ عزیزم سلّمہٗ کی اِس کاوش کو قبول فرمائے جو انھوں نے اپنے مرشد اجازت و استاذ گرامی سے ''چنندہ سوالات اور اُن کے جوابات'' کو سلیقے سے ترتیب دیا۔ گویا کہ سلّمہٗ نے ''مکالمے'' کے ذریعے ''گلشن احوالِ مجیبیؒ'' کے مہکتے ہوئے پھولوں میں سے چُن چُن کر آپ کی ''حیات طیبہ'' کا ایک خوب صورت ''گُل دستہ'' تیار کیا ہے۔

ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید مولیٰ تعالیٰ عزیز القدرؔ گرامی منزلت کی عمر میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے۔

مکالمہ نگار نے اسی ''انٹرویو'' کے ہمراہ، حضرات ''پنج تن پاک'' رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے صدقے میں آپ علیہ الرحمہ کے ''پنج خلفا'' کے ''پنج مقالات'' بھی شامل اشاعت کرنے کا ارادہ کر کے مجھ سے بھی ایک ''مقالے'' کی خواہش ظاہر کی تھی۔ میں اپنی عدیم الفرصتی اور کم علمی کے باعث ''مقالہ'' تو قلم بند نہیں کر سکا۔ البتہ کچھ اہم مواد ریکارڈ کروا دیا تھا۔ اب اُس کی نوک پلک درست کر دیا ہوں۔

اخیر میں دُعا ہے کہ اللہ مجیب الدعوات جل جلالہٗ اپنے حبیب، رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل، حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کے مراتب بلند فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے علمی و روحانی فیضانِ اشرؔف سے مشرف فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

❁❁❁❁❁

کون جانے اور سمجھے؟ کیا ہوں میں اور کیا نہیں؟
ہر زباں بس کہہ رہی ہے ''اُن کا دیوانہ مجھے''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنکھوں دیکھے حالاتِ مجیبیؔ

از: فاضل جلیل حضرت مولانا الحاج خواجہ محمد جعفر العابدین صاحب قبلہ (بانی و مہتمم جامعہ خیر العلوم ورنگل، تلنگانہ)

"اشرف الفقہا" کی سیرت ہم سناتے جائیں گے

ان کی عمر پاک کے جلوے دکھاتے جائیں گے

میں سب سے پہلے اِس کی وضاحت کر دوں کہ میں کوئی فصیح و بلیغ ادیب وقلم کار نہیں ہوں۔ میرا مختصر سا تعارف اتنا ہی ہے کہ میں محمد جعفر العابدین سرکار مفتیِ اعظم ہند قدس سرہٗ کا غلام و مرید اور حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کا ادنیٰ شاگرد و کفش بردار ہوں۔ بس

چوں کہ میرے برادر عزیز، مولانا محمد قلندر رضوی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ رضائے مصطفیٰ رائچور) نے مجھ سے رسالہ "تذکرۂ ایام مجیبیؔ" کے لیے ایک "مقالہ" طلب کیا تھا۔ اِس لیے میں نے اُن کی خواہش پر اپنے پاکیزہ جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔ یہاں صرف اپنے چند چشم دید واقعات ہی پر اکتفا کروں گا۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

حضور اشرف الفقہا کے ہمراہ پہلا سفر:

۱۴۰۰ھ کی بات ہے جب میں دار العلوم امجدیہ ناگ پور کے شعبۂ عالمیت میں داخلہ لیا تو ان دنوں حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ درس و تدریس کو عملاً موقف کیے ہوئے تھے۔ اکثر تبلیغی دوروں پر ہوتے۔ اگر ناگپور میں تشریف رکھتے تو جامعہ کو تشریف لاتے اور کسی بھی درس گاہ کو زینت بخشتے۔ میں مدرسے میں ایک نیا طالب علم تھا ابھی تک مجھے حضرت کی کلاس میں بیٹھنے یا آپ سے کچھ پڑھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا بلکہ میں آپ کی ذات سے بھی ناواقف تھا۔ ایک دن ہم اپنی جماعت میں اپنے مشفق استاذ گرامی سے "کافیہ" پڑھ رہے تھے کہ آپ تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھتے ہی ہمارے استاذ گرامی

اور جماعت کے تمام طلبہ بسرو قد کھڑے ہو گئے۔آپ نے تھوڑی دیر کلاس روم کا جائزہ لیا اور ہمارے استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد منصور صاحب قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ان میں کوئی اچھی آواز میں نعت پڑھنے والا ہے؟ طلبہ نے میرا نام لیا۔میں خاموش کھڑا تھا کہ مجھ سے فرمایا: نعت پڑھنا آتا ہے؟ میں نے ہامی بھرتے ہوئے اپنی پرانی عادت کے مطابق سر ہلایا۔بس کیا تھا کہ حضرت نے فرمایا: ارے خدا کے بندے! زبان سے کہہ! میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو گے نعت پڑھنے کے لیے؟ میں اپنے استاذ محترم کی طرف دیکھنے لگا آپ نے اپنی آنکھوں کے اشارے سے جانے کا حکم دیا۔میں نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا: تیاری کرلو تم کو میرے ساتھ ۱۰ ربجے گیتان جلی ایکسپریس سے ”بھلائی دُرگ“ چلنا ہے۔میں تیار ہو گیا۔

آپ کو طلبہ اُس زمانے میں ”بڑے مولانا صاحب“ کہتے تھے۔اُن دنوں آپ محلہ لکڑ گنج میں ایک اسکول کے چھوٹے سے کمرے میں قیام پذیر تھے۔آپ اپنی جاے قیام سے رکشے میں سوار ہو کر مدرسہ تشریف لے آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے کر ریلوے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے۔یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا کہ میں کسی بڑی شخصیت کے بازو بیٹھا تھا۔خوف وادب کی وجہ سے اس وقت میرا جو حال تھا وہ میں ہی جانتا تھا۔آپ راستہ بھر مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔میرے نام، میرے وطن اور میرے والدین کے تعلق سے استفسار فرماتے رہے اور میں ہچکچاہٹ کے ساتھ جواب دیتا رہا۔کیونکہ میرا گلا خشک ہو چکا تھا۔اُس کی وجہ وہی ہیبت تھی جو خوف وادب کی وجہ سے مجھ پر طاری تھی۔ چلو صاحب! جیسے تیسے ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے اور ٹرین کے انتظار میں پلیٹ فارم پر بیٹھے بیٹھے مجھ سے کچھ نہ کچھ بات ضرور کر رہے تھے کیونکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ مجھ پر خوف وادب اور اجنبیت طاری ہے لہٰذا وہ اپنی گفتگو سے مجھے مانوس کر رہے تھے تا کہ میرے دل کی ہیبت رفع ہو جائے۔اتنے میں ٹرین آئی۔اس میں ۲۷ رنمبر کا ایک اَپَّر برتھ ریزرو تھا۔میں آپ کے ساتھ اسی ڈبے میں سوار ہو گیا۔نیچے کچھ سیٹیں خالی تھیں۔

میں وہیں بیٹھ گیا اور آپ اپنے برتھ پر چڑھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بھیڑ بڑھتی گئی۔ مجھے کھڑا ہونا پڑا۔ یہ دیکھ کر آپ نے مجھے اوپر کے برتھ پر بلوا لیا چوں کہ ایک ہی برتھ تھا جس پر ہم دونوں بیٹھے تھے۔ اِسی دوران حضرت نے تھوڑی دیر کے لیے عزم استراحت فرمایا۔ چوں کہ جگہ کم تھی اس لیے حضرت نے میری ہی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ اب میری خوشی کا عالم نہ پوچھیے مجھے تو یوں لگا جیسے میں نے دنیا جہاں کی ساری دولت پالیا ہے۔ آپ کی یہ بے تکلفی مجھے بے حد متاثر کرگئی۔

میری عمر اُس وقت تقریباً ۱۸ ؍سال تھی۔ میں بہت کچھ سمجھ سکتا تھا اُسی دن سے حضرت کی محبت میرے دل میں گھر کرگئی۔ میں انھیں اپنا سب سے بڑا مہربان سرپرست سمجھنے لگا۔ آخر کار ہم لوگ بھلائی پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے لیے ایک جم غفیر اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لیے کھڑا تھا، جوں ہی ہم ریلوے اسٹیشن پر اترے، لوگوں نے لپک کر آپ کو گھیرے میں لے لیا اور نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کی گونج میں باہر تشریف لائے۔ ایک کار کھڑی تھی اُس میں سوار ہو کر قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مغرب کی نماز آپ کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ عشا کی نماز کے بعد جب ''یا اللہ مسجد'' میں جلسہ شروع ہوا تو میں نے اعلیٰ حضرت کی نعت ''سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی'' پڑھی۔ دوران نعت کچھ نذرانہ بھی ملا، اور آپ نے بھی اپنی جیب خاص سے دس روپے کا نوٹ عطا فرمایا۔ (اُن دنوں کے دس روپے کی قیمت آج کے دوسو روپیوں کے برابر ہوتی ہے۔) اس کے بعد میں نے ہی آپ کی تقریر کا اعلان کیا۔ آپ نے اس دن اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ بڑی پیاری تقریر ہوئی۔ ساری مسجد، نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت سے گونجتی رہی۔ اس تقریر کے اہم گوشے آج بھی میرے ذہن میں موجود ہیں۔ ان دنوں میں عموماً آپ ڈیڑھ، دو گھنٹہ تقریر فرماتے۔ بعض موقعوں پر تین گھنٹے بھی تقریر فرماتے۔ ہنگامی حالات کی مناسبت سے تقریر کرنا تو آپ کا ''خاص فن'' تھا۔

میری فراغت کے بعد ایک نصیحت:

۱۰ ؍اکتوبر ۱۹۸۵ء کو ہماری دستار بندی ہوئی۔فراغت کے بعد کچھ دن تک میں ناگپور ہی میں رہا۔ورنگل نکلنے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ اس وقت ''نیو لائف میڈیکل اسٹور'' (لکڑ گنج) میں تشریف فرما تھے۔میں نے عرض کی: حضور! میں اپنے وطن کو جارہا ہوں۔کوئی نصیحت فرمائیں! فرمایا: اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّہَمِ (تہمتوں کی جگہ سے بچتے رہو۔) اگر تم نے یہ کرلیا تو تم کامیاب رہو گے۔

آپ کی بے مثال خطابت:

سرکار مفتی اعظم ہند آپ کی تقریر کو بہت پسند فرمایا کرتے اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے۔میں نے آپ سے ایک مرتبہ عرض کیا: حضور! کیا سرکار مفتی اعظم ہند نے کبھی آپ کی تقریر کی کوئی اصلاح بھی فرمائی ہے؟ فرمایا: ایسی اصلاح جو کسی ''شرعی غلطی'' کی وجہ سے ہوتی ہے الحمدللہ کبھی ایسی نوبت نہیں آئی' جب کہ میرے سامنے بڑے بڑے علما کی غلطیوں کی حضرت قبلہ علیہ الرحمہ نے اصلاح فرمائی ہے۔ہاں یہ اور بات ہے کہ میری تقریر کو آپ بغور سماعت فرماتے اور کچھ مفید مشورے ارشاد فرماتے۔فرمایا: ایک مرتبہ میں نے ''بشریت مصطفےٰ'' کے عنوان پر تقریر کی تو فرمایا: آپ کی تقریر بہت اچھی تھی۔اُس میں اگر آپ ''خلیفہ ہارون رشید والا واقعہ'' ذکر کردیتے تو اور اچھا ہوتا۔

آپ کے خطبات کی چند خصوصیات:

(۱) حضور اشرف الفقہا کی تقاریر عام مقررین کی تقریروں سے جداگانہ ہوتی تھی۔ آپ تبلیغ دین' اشاعت سنیت اور مسلمانوں کی اصلاح کے لیے تقریر فرمایا کرتے تھے جو صرف اور صرف ''اخلاص'' پر مبنی ہوتی تھیں۔

(۲) آپ نے اپنی تقریروں کے لیے بڑے شہروں اور دولت مند علاقوں کو نہیں چُنا بلکہ جو علاقے دینی اور دنیاوی دونوں طور پر پسماندہ ہوتے اور وہاں کی عوام عقائد اہل سنت

سے ناواقف ہوتی تو آپ اُن کو پہلے ترجیح دیتے۔

(۳) آپ اپنی تقریروں میں حاضرین کے سامنے اپنا دردِ دل رکھتے اور اُن کی بڑی ہم دردی و خیر خواہی فرماتے۔

(۴) آپ کی جملہ تقاریر عوامی زبان میں ہوتیں۔ قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تشریح بھی اردو فصاحت و بلاغت کے اصولوں سے بھرپور ہوتیں۔ اسی لیے کوئی مخالف بھی آپ کی تقریر پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کرسکتا تھا بلکہ جنھیں عقل سلیم نصیب ہوتی وہ تائب ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ضدی اور ہٹ دھرم طبیعت والوں کی روش میں بہر حال نرمی آجاتی۔

(۵) آپ ہمیشہ کسی ایک منتخب عنوان پر تقریر فرماتے۔ اور جتنی دیر تک گفتگو فرماتے اپنے عنوان کو قرآن مجید کی آیات یا احادیث سے مدلّل فرماتے۔

(۶) تلاوت قرآن کا لحن، عام علما و قُرا سے اتنا جداگانہ اور دل پذیر تھا کہ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہوتے تو سامعین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔

(۷) اسی طرح مجمع کم ہو یا زیادہ، آپ کی تقریر ایک ہی جیسی ہوتی۔ مجمع کی کمی یا زیادتی سے آپ پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

(۸) آپ کی تقاریر کو ''اِلہامی تقاریر'' کہنا بے جا نہیں ہوگا۔ میں نے اپنے دورِ طالب علمی سے اس بات کو بار بار آزمایا ہے۔ وہ یہ کہ میں جب آپ کے جلسوں میں شرکت کرتا تو تقریر سے پہلے ہی اپنے ذہن میں ایک خاکہ بناتا کہ آج آپ اس عنوان پر تقریر کریں گے اور یہ آیت تلاوت فرمائیں گے۔ اللہ اور اس کے رسول گواہ ہیں، آپ وہی آیت تلاوت فرماتے اور اُسی عنوان پر آپ کی تقریر ہوتی۔

جب آپ کی علاقۂ تلنگانہ میں تشریف آوری ہونے لگی تو میرے اہل علم احباب نے مجھ سے کہا کہ آپ کی کوئی کرامت بتائیے! میں نے اُن سے کہا: ایک کرامت تو تم بھی دیکھ سکتے ہو وہ یہ کہ آج آپ کی تقریر سے پہلے تم اپنے دل میں کسی آیت قرآنیہ کو ذہن نشیں کرلو کہ آج آپ اِس آیت پر تقریر فرمائیں گے۔ پھر تقریر سنو! یا تو آپ بعینہٖ اسی آیت کو

عنوانِ سخن قرار دیں گے یا دورانِ تقریر آپ کہیں نہ کہیں اس آیت کو حضرت سے ضرور سُن لو گے۔ چنانچہ بہت سارے لوگوں نے اس بات کا تجربہ کیا اور پھر آپ کے مرید ہو گئے۔

ایک مختصر جلسہ:

ایک مرتبہ ورنگل سے پینتیس (۳۵) کلو میٹر دور ایک گاؤں ''حضور آباد'' میں آپ کی تقریر تھی۔ اُس گاؤں میں تبلیغیوں کی کثرت تھی۔ مجمع بہت ہی کم تھا۔ آپ اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد کرسی خطابت کو زینت بخشا۔ خطبے کے بعد پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا: کُل مجمع چالیس آدمیوں کا ہے۔ گویا تھوڑی ہی دیر میں مجمع کو شمار بھی فرما لیا تھا۔ اُس دن کی تقریر کے بعد ہی وہاں ایک ''سنّی مسجد'' کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

ایک جوابی جلسہ:

ایک مرتبہ آکولہ میں طاہر گیاوی کے جوابی جلسے میں آپ تشریف لے گئے اور یہ خادم بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آکولہ میں آپ کی تقریر کا جو رنگ تھا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ اُسی تقریر میں فرمایا تھا ''طاہر گیاوی'' یہ گیا' تو آیا کیسے؟ یہ ہمیشہ ''گیا'' ہی رہتا ہے اور کبھی ''آیا'' بھی ہے تو ''گیا'' ہو جاتا ہے۔ ''طاہر'' بروزن ''عاہر'' پھر آپ نے ایک حدیث شریف پڑھی: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

میلاد النبی کے جلسے ''سورت'' (گجرات) میں:

دورِ طالب علمی میں حضرت والا کے خادم کی حیثیت سے میلاد النبی کے جلسوں کے لیے آپ کے ساتھ شہر ''سورت'' میں سترہ دن تک رہنا نصیب ہوا۔ شہر سورت کے محلہ رانی تالاب کے ایک ہی اسٹیج پر بارہ دن تک مسلسل ہر سال آپ کا خطاب ہوتا تھا اور یہ سلسلہ تا دمِ وصال برابر جاری رہا۔ ان جلسوں میں ہر روز عوام کا مجمع بڑھتا جاتا اور ہر کوئی یہ کہتا کہ آج کی تقریر کل سے اچھی تھی۔ ہر روز تقریر کے بعد جب آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لاتے تو پھر لوگ جمع ہو جاتے اور اپنے اپنے دینی و دنیاوی مسائل پیش کرتے مثلاً کوئی

پریشان حال اپنی پریشانی سناتا آپ اس کی باتیں خوب جی لگا کر سنتے اور اس کو مناسب مشورے عنایت فرماتے۔ کوئی جسمانی بیماری کا تذکرہ کرتا آپ اس کو کوئی یونانی نسخہ اور ایلوپیتھک کا نسخہ تجویز فرماتے۔ کوئی روحانی بیمار دعا و تعویذ کے لیے عرض گزار ہوتا تو اس کا روحانی علاج، دعا و تعویذ کے ذریعے فرماتے۔ اور کبھی اہل علم آجاتے، دلائل کے ساتھ علمی گفتگو فرماتے۔ اتنے سارے لوگ الگ الگ اپنی حاجت اور ضرورت کو بیان کرتے اور آپ ہر ایک کا دُکھڑا بڑے ہی خوش اخلاقی سے سماعت فرماتے، کبھی نہیں جھڑکتے۔ کبھی کبھی کسی مسئلے پر کافی لمبی گفتگو فرماتے یہاں تک کہ سائل کو تشفی بخش جواب عنایت فرماتے۔ یہی حالات شہر ''سورت'' کے علاوہ ہر جگہ دیکھنے میں آتے۔

اگر پروگرام کے بعد کہیں دوسرے مقام کے لیے سفر نہیں ہوتا تو کبھی کبھی رات دیر گئے حاجت مندوں سے گفتگو فرماتے ہی رہتے۔ پھر آخری حکم یہ ہوتا کہ اب آپ لوگ فجر پڑھ کر ہی جائیں گے۔ چناں چہ فجر کی نماز، اول وقت میں جماعت کے ساتھ قائم ہوتی۔ لوگوں کے جانے کے بعد اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر کچھ دیر استراحت فرماتے۔ عموماً تقریر کے بعد ''قیام گاہ'' پر جو نشست ہوتی وہ عام نشست ہوتی۔ جس میں ہر کسی کو آنے کی اجازت ہوتی۔ اس موقع پر کوئی لکھ پتی بھی آتا تو آپ سے نیچے بیٹھنے ہی میں سعادت سمجھتا مگر اُسی دوران اگر کوئی مولانا یا عالم دین یا امام یا مؤذن آتے تو آپ اگر جگہ ہوتی تو اپنی جائے نشست پر بٹھاتے۔ اور اگر جگہ نہ ہوتی تو صاحب خانہ سے فرماتے کہ ان کے لیے کرسی لائیے! آپ دینی شخصیات کا بہت احترام فرماتے۔

اگر آپ کی تقریر نہ ہوتی تو آج کا یہ جلسہ بے معنیٰ ہو جاتا:

ایک مرتبہ ''تبلیغی جماعت'' کے مولوی عبدالکریم پاریکھ کے کسی اجتماع کے جواب میں حضور مفتی غلام محمد خاں علیہ الرحمہ نے ''مسلم کیانٹین گراؤنڈ'' میں ایک جلسہ کروایا۔ کئی علما بلوائے گئے تھے۔ اُن میں حضرت قبلہ بھی تھے۔ مقررین تقریر تو کر رہے تھے لیکن کسی مقرر سے مفسدین کا دنداں شکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ (میں اگر چہ طالب علم تھا مگر

حضور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے پیچھے اسٹیج پر بیٹھا ہوا سب کچھ دیکھ اور سُن رہا تھا) یہاں تک کہ حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ایک مقرر کو روک کر آپ سے فرمایا کہ اب آپ کھڑے ہو جائیے! آپ نے ایسی تقریر فرمائی کہ اسٹیج پر موجود علما اور سامعین عش عش کرتے رہ گئے۔
اسی موقع پر آپ نے عبدالکریم پاریکھ کے جواب میں کہا تھا: ذُقۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔اللہ تعالیٰ جب قیامت میں کافروں کے سرغنوں کو جہنم میں ڈال دے گا تو اُن کو یہ ارشاد سنایا جائے گا کہ اب عذاب کا مزہ چکھ! دنیا میں تو تو بڑی عزت والا تھا۔سارے مجمع میں جیسے خوشی کا سماں بندھ گیا۔اس وقت لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے اور میں بار بار حضور مفتی غلام محمد خاں صاحب علیہ الرحمہ کو دیکھ رہا تھا۔حضرت کے چہرے پر خوشی و انبساط و مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ آپ کو ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر جو داد دے رہے تھے وہ قابل دید منظر تھا۔جلسے کے اختتام کے بعد حضور مفتی صاحب نے حضرت اشرف الفقہا سے فرمایا: **"اگر آپ کی یہ تقریر نہ ہوتی تو آج کا یہ جلسہ بے معنیٰ ہو جاتا"**۔

ناگپور میں یہ ماحول تھا کہ جب کبھی جانب مخالف کا جلسہ یا اجتماع ہوتا تو اُن کے جواب میں حضور مفتی غلام محمد خاں صاحب علیہ الرحمہ کی سرکردگی میں ضرور جوابی جلسہ ہوتا اور ہمیشہ ہی اُن جلسوں کی کامیابی کا سہرا حضور اشرف الفقہا کے سر ہوتا۔

پندرہ پیسے کا خط:

آپ کو جب کبھی کسی علاقے سے کوئی بھی تقریر کے لیے مدعو کرتا' اگر آپ کے پاس فرصت ہوتی تو آپ کبھی انکار نہیں فرماتے خواہ وہ سفر کتنا ہی طویل اور کیسا ہی دشوار گزار ہو۔آپ انھیں وقت عنایت فرماتے اور ضرور ایفاے عہد فرماتے۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو اور اس کو پورا نہ کیا ہو۔

محرم الحرام ۱۴۰۷ھ میں آپ کو میں نے ایک پندرہ پیسے کے خط پر تشریف آوری کی گزارش کی۔آپ نے جواب ارسال فرمایا اور صرف اتنی تاکید فرمائی کہ" جلسے کے انتظامات باضابطہ ہونے چاہیے۔" آپ تک رسائی کے لیے کسی درمیانی آدمی یا

سفارشی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔خلوت وجلوت ہر دو موقعوں پر عام ملاقات ہوتی تھی۔ آپ نے اپنی تقریری پروگرام کے لیے کبھی کسی قسم کا ''نذرانہ'' نہ طے کیا اور نہ ہی طلب کیا۔ بلکہ اس قسم کی باتوں کے وہ اشد مخالف تھے۔

تقریر کا نذرانہ:

شہر ''سورت'' جاتے وقت' آپ نے ''نندور بار'' میں بریک جرنی (Break Journey) یعنی عارضی قیام کرلیا تھا۔یہیں پر رات میں خطاب فرمایا۔جہاں قیام تھا انھوں نے مجھے بتایا کہ یہاں (نندور بار) کے عوام اہل سنت بہت غریب ہیں۔یہ لوگ چوں کہ جلسے کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے اس لیے آپ جب کبھی ''سورت'' یا ادھر کے علاقے میں سفر کرتے ہیں تو وقت سے ایک دن پہلے ناگپور سے روانہ ہوتے ہیں اور یہاں نزول فرما کر وعظ وتقریر فرماتے ہیں اور لوگوں کو ملاقات کا موقع دیتے ہیں۔وہ صاحب وہاں کے حالات سناتے سناتے یہاں تک کہنے لگے کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ نندور بار والوں نے آج تک آپ کو سفر خرچ تک نہیں دیا۔کبھی کبھی آپ غربائے اہل سنت کی ہم دردی میں یوں فرماتے کہ مقرر لوگ آخر ''تقریر کا نذرانہ'' کیسے مانگتے ہوں گے؟ مجھے سمجھ میں نہیں آتا۔لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔وَالْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔

آپ جلسوں کے نذرانوں سے بے نیاز ہو کر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر رواں دواں تھے۔جیسا کہ آپ کے پیر و مرشد حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کو جب جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی ''تعمیر جدید'' کے موقع پر مدعو کیا گیا تو آپ تشریف لے گئے۔تقریب سنگ بنیاد کے بعد جب آپ واپس ہو رہے تھے' رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ نے ایک لفافہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور والا نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت رئیس القلم نے عرض کی: حضور! ''یہ کرایہ ہے''۔آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''میں کرایے کا مولوی نہیں ہوں''۔

جعفرؔ! کہاں سے لاؤ گے اب ایسی ہستی کو؟

۲۰۱۴ء کی بات ہے، جب حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی ’’رام گنڈم‘‘ (تلنگانہ) کے منعقدہ جلسے میں تشریف آوری ہوئی تھی۔ میں بھی اس جلسے میں مدعو تھا۔ اور نہ ہوتا تو بھی آپ سے ملاقات کے لیے ضرور حاضر ہو جاتا، اِس سفر میں مولانا غلام مصطفیٰ برکاتی صاحب بھی تھے۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ پر اَز حد خفا ہیں اور جب مجھے دیکھا تو آپ کی خفگی اور بڑھ گئی۔ مجھ سے ملنا بھی گوارا نہیں فرمایا۔ بس کیا تھا جیسے میری دنیا ہی لٹ گئی۔ میں رونے لگا۔ آپ کی خفگی ایسی تھی کہ مجھ پر ذرا بھی ترس نہیں آیا۔ میں سوچنے لگا کہ میں نے ایسی کونسی غلطی کی ہے کہ آپ مجھ پر اس قدر خفا ہیں۔ اپنی یادداشت پر زور دیا ایسی کوئی بات مجھے یاد نہیں آئی جس میں گستاخی یا بے ادبی کا شائبہ ہو۔ جلسہ ختم ہوتے ہی آپ اپنی اگلی منزل کے لیے روانہ ہو گئے اور میں بھی ورنگل کے لیے نکل گیا۔ راستے میں دو تین مرتبہ آپ کو فون کیا، میرا فون اٹھانا بھی پسند نہ کیا۔ پھر میں نے ایک دوسرے نمبر سے مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کو فون کیا، مولانا نے فون اٹھایا، میں نے کہا: آپ حضرت سے فون پر ملا دیں۔ مولانا نے کرم کیا۔ آپ کو منانا یہ صرف مولانا کے بس کی بات تھی۔

خیر! مولانا نے فون دے دیا۔ میں نے سلام کے بعد عرض کیا کہ حضور! اِس دنیا میں اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد میرے لیے سب کچھ آپ ہی ہیں۔ میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی ہر اُس غلطی سے توبہ کرتا ہوں جس سے آپ کے دل کو تکلیف پہنچی ہے۔ یہ سن کر صرف اتنا فرمایا: دو دن کے بعد دو پہر دو بجے فون کرو۔ میں راستہ بھر روتا رہا۔ میرے لیے دو دن اور آزمائش کے تھے۔ میرا کھانا پانی سب بند ہو گیا۔ میں اپنا کمرہ بند کر کے اکیلا ہو گیا۔ روتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حضور دعا کرتا کہ الٰہی! میرے مرشد اجازت کو مجھ سے راضی فرما۔ یہ دو دن میرے لیے دو صدیوں سے بھی زیادہ لگنے لگے۔ میں دن بھر یہی سوچتا رہتا کہ یہ دن

کب ختم ہو گا؟ میری یہ حالت دیکھ کر میرے گھر کے تمام بچے بھی سکتے میں آ گئے جیسے ہمارے گھر صف ماتم بچھ گئی ہو۔ انتظار کی گھڑیاں کتنی سخت ہوتی ہیں؟ انتظار کرنے والے ہی خوب جانتے ہیں۔

بہر کیف! میں اس وقت کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک دو دن بعد دو پہر کے دو بجے (یہ دو کا راز ہر کوئی نہیں جان سکتا۔ دو دن۔ دو پہر۔ دو بجے۔ ''دو۔دو'' آپ نے یوں ہی نہیں فرمایا تھا۔۔۔اچھا! دو کو دو سے تقسیم کر کے بات ختم کر دو۔) میں نے آپ کو فون کیا۔ علیک سلیک کے بعد سب سے پہلا جملہ آپ نے یہ فرمایا: ''تم نے ''بھوپال پلی والوں'' سے میرا نام لے کر پروگرام کے کتنے پیسے لیے تھے؟ میں نے عرض کی: حضور! میں نے آپ کے پروگرام کے لیے پیسے نہیں مانگے بلکہ اُن جلسے والوں نے مجھ سے آپ کی تاریخ مانگی تھی اور آپ کے ساتھ فلاں فلاں مقرر اور فلاں فلاں نعت خواں اور فلاں اناؤنسر کے بلانے کی فرمائش کی تھی۔ اُن سب مہمانوں کے ''ورنگل'' تک آنے جانے اور پھر ورنگل سے ''بھوپال پلّی'' تک دو کاروں کا کرایہ اور اُن کے کھانے پینے کے جملہ اخراجات میں نے پچیس ہزار روپے کا تخمینہ کر کے بتایا تھا۔ جب کہ ان لوگوں نے مجھے صرف بائیس ہزار روپے دیے تھے، باقی پیسے میں نے اپنی جیب سے شامل کیے ہیں۔ میری اس وضاحت کو سننے کے بعد آپ نے فرمایا: اگر واقعی ایسا تھا تو پچیس ہزار روپے بہت کم تھے۔ خیر! مگر اُن لوگوں نے میرے سامنے غلط بیانی سے کیوں کام لیا؟ جب کہ انھوں نے مجھے بتایا کہ مولانا آپ کا نام لے کر پچیس ہزار روپے مانگے ہیں؟ ٹھیک ہے۔ فون رکھ دو!

میری اس سرگزشت کو سن کر شاید آپ حضرات صحیح نتیجہ نکال لیے ہوں گے کہ آپ علیہ الرحمہ کو جلسوں کے لیے ''نذرانہ'' یا پھر ''اس کا تعین کرنا'' کس قدر بُرا لگتا تھا۔

کئی مرتبہ آپ کے ساتھ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ لوگوں نے جلسے کے لیے بلوایا، اخراجات تک نہیں دیے۔ آپ نے اُن سے طلب بھی نہیں کیا۔

ع جعفرؔ! کہاں سے لاؤ گے اب ایسی ہستی کو؟

آپ مستجاب الدعوات تھے:

حضرت کا نام ''محمد مجیب اشرف'' تھا۔آپ کی ذات مستجاب الدعوات تھی۔عموماً آپ نے جس کے لیے دعا فرمادی اس کا مقصد حاصل ہوا۔عین بارش کے موسم میں آپ کی تقریروں کے پروگرام ہوا کرتے۔جلسہ کرانے والے بارش سے پریشان کہ جلسہ ہوگا بھی یا نہیں؟ مگر بارہا دیکھا گیا کہ جلسہ شروع ہو چکا' لوگ اسی بارش میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔آپ تشریف لاتے اور تقریر کا خطبہ پڑھ دیا' دیکھا تو بارش کم ہوگئی یا رُک گئی۔کبھی ایسا بھی دیکھا گیا کہ تقریر ختم ہوئی صلاۃ وسلام کے بعد لوگ ابھی مصافحہ کر رہے ہیں پھر بارش اسی زوردار انداز میں شروع ہوگئی ہے۔یہ کرامت بار بار دیکھی گئی۔

تلنگانہ کے ضلع سدّی پیٹ میں برسات بہت ہی کم ہوتی ہے۔اگر کبھی برسات ہوتی تو لوگ خوشیاں مناتے۔جب کبھی آپ اس شہر میں تشریف لے گئے ہیں تو برسات کے موسم میں تو برسات ہوتی ہی ہے بلکہ بعض دفعہ بے موسم کے بھی برسات ہوئی ہے۔شاید کوئی میری اِس بات کو مبالغہ آرائی سے تعبیر کرے۔میں کہتا ہوں یہ وہ باتیں ہیں جن کو اُن علاقوں کے عوام وخواص خوب اچھی طرح یاد رکھے ہوئے ہیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے ان حالات کا مشاہدہ کیا ہے۔

مجھے ناگ پور جانا ہے:

ناگپور میں جس وقت مصطفیٰ بابا مجذوب کا انتقال ہوا۔''محمد علی سرائے'' کی زمین میں ان کی تدفین ہوئی۔جب کورٹ نے ان کے جسد مبارک کو منتقل کرنے کا نوٹس جاری کیا تو اس وقت حضرت والا علاقہ تلنگانہ کے دورے پر تھے۔''ورنگل'' میں مدرسے کی دستار بندی کا جلسہ ختم ہوتے ہی ناگپور سے فون آیا کہ کل مصطفیٰ بابا کے جسد خاکی کو قبر سے نکالنے کی تیاری کر لی گئی ہے۔آپ نے فرمایا:''جعفرؔ! مجھے ناگپور جانا ہے'' میں نے عرض کی: حضور! کل سدی پیٹ میں ختم بخاری شریف کا جلسہ ہے۔ارشاد فرمایا: وہ جلسہ تم

دیکھ لو! مجھے ناگپور جانا ہے۔ جب میں نے دو چار مرتبہ اصرار کیا تو ناراض ہو گئے، فرمانے لگے: ''وہاں ناگپور جل رہا ہے اور میں یہاں چین سے بیٹھا رہوں۔ کل میری قبر میں کیا تم آکے جواب دو گے؟'' اب اس کے آگے میرا کوئی جواب نہیں تھا۔ فوراً میں نے اپنے ایک ٹی ٹی دوست کو فون کیا اور بتایا کہ ابھی اسی وقت ناگپور کے لیے روانہ ہونا ہے اور کل علی الصباح ناگپور میں رہنا ہے۔ انھوں نے کہا: سکندرآباد بیکانیر ٹرین آنے والی ہے۔ آپ حضرت کو لے کر آجائیے۔ میں حضرت کو لے کر قاضی پیٹ ریلوے اسٹیشن پہنچا اور آپ ناگپور کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد کے حالات ''سوشل میڈیا'' پر آپ نے بھی دیکھے ہوں گے اور جتنے دن یہ ہنگامہ برپا رہا آپ نے اپنے تمام پروگراموں کو ملتوی فرمادیا تاکہ ناگپور کی سنیت کا شیرازہ نہ بکھر جائے۔

ورنگل کا آخری دورہ:

آپ کا آخری دورہ ۷ رمارچ ۲۰۲۰ء کا تھا۔ اس موقع پر دوران گفتگو فرمایا: مجھے اپنے کسی کیے پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے میں نے جو بھی فیصلے لیے ہیں الحمدللہ! وہ میری نگاہ میں حق بجانب تھے۔

اِسی آخری دورے کے موقع پر میں نے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ کے مریدین میں کوئی جن بھی ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں! ایک جن، میرا مرید ہے۔ پھر فرمایا: میں، ٹرین میں سفر کر رہا تھا، دو تین دن کے پروگراموں کی کافی تھکاوٹ تھی۔ ٹرین میں تقریباً رات کے ۳ر بجے سوار ہو کر سو گیا۔ کچھ دیر کے بعد میرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نیند سے جاگا تو سلام کے بعد انھوں نے کہا: فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز پڑھ لیں۔ میں گھڑی دیکھا تو واقعی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں ٹرین رُکی اور میں نے جلدی سے نماز پڑھ لی۔ اس کے بعد میں نے فون دیکھا کہ کون اللہ کا بندہ ہے جس نے مجھے نماز کے لیے جگایا ہے؟ میں اپنا موبائل دیکھ رہا ہوں مگر اس میں کوئی نمبر نہیں ہے۔ کچھ دیر میں نے سوچا پھر میں سو گیا۔۔۔۔۔

والد ماجد کے لیے مخلصانہ خدمات:

آپ نے جب ناگپور میں اپنا مکان بنوایا تو تقریباً اپنے تمام اہل و عیال کو گھوسی سے بلوالیا تھا۔آپ کے والد محترم حضرت الحاج محمد حسن صاحب مرحوم بھی ناگپور تشریف لائے۔میں اُن کو ''دادا حضرت'' کہتا تھا۔وہ بھی مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔جب دادا حضرت کی طبیعت خراب ہوئی اور بہت ہی علیل ہو گئے انھیں ناگپور کے مشہور دواخانہ ''میڈیکل'' میں شریک کیا گیا۔آپ نے ان کے لیے دواخانے ہی میں ایک مخصوص کمرہ لیا تھا۔جتنے دنوں تک وہ دواخانے میں تھے آپ خود اپنے والد ماجد کی خدمت کرتے رہے۔میں ہر روز ملنے کے لیے شام میں جاتا۔میں دیکھتا تھا کہ وہ کس دل جمعی سے اپنے والد ماجد کی خدمت میں ہمہ تن مشغول ہیں۔نماز کا وقت ہوتا تو اُسی روم میں نماز پڑھتے۔ذکر و اذکار، تلاوت وغیرہ روزانہ کے معمولات بھی وہیں پر ادا فرماتے۔گھر سے توشہ آتا اور آپ وہیں تناول فرماتے۔میں نے عرض کیا: حضور! مجھے بھی کچھ کام کرنے دیں۔فرماتے: تم اُن کے لیے دعا کرو اور باقی رہی خدمت تو وہ مجھ پر فرض ہے، مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔جب دادا حضرت مرحوم کا انتقال ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے انھیں غسل دیا اور آپ ہی نے نماز پڑھائی۔مؤمن پورہ قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی جس میں آج حضور اشرف الفقہا آرام فرما ہیں۔

مورخہ ۱۳ربیع الاول ۱۴۰۵ھ م ۵؍دسمبر ۱۹۸۴ء کو پدر محترم کا وصال ہوا تھا۔اور آپ کی تدفین ''مسلم قبرستان مومن پورہ'' میں ہوئی۔کسے معلوم تھا کہ آپ کے شہزادے جو بے شمار خوبیوں کے اہل ہوں گے وہ بھی بحکم ''اِلٰہ'' ۳۶؍سال بعد اسی میں مدفون ہوں گے۔اس وقت مجھے پتہ چلا کہ ''حقوق والدین'' کے متعلق تقریروں میں کہنا آسان ہے اور ایک فرماں بردار بیٹا بن کر والدین کی خدمت کرنا بہت مشکل ہے لیکن حضرت کو میں نے والد کی خدمت کرنے میں سو فی صد کامیاب پایا۔

روزمرّہ کے معمولات:

آپ اپنے دل میں کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے کبھی بغض وحسد نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی کسی کے ذاتی اختلاف میں حصہ لیتے، ایسے موقعوں پر ہمیشہ درمیانی روش اختیار کرتے۔ اگر کسی نے آپ سے اختلاف بھی کیا تو آپ اس کا ذکر برائی سے نہیں کرتے بلکہ اگر کبھی کسی نے کسی کے ذاتی مسئلے میں جان کاری کی کوشش بھی کی اگر اُسے بتانا مناسب معلوم ہوتا تو صرف نفس مسئلہ ہی بتاتے۔ اسی طرح اپنے مخالفین سے قدرت کے باوجود انتقام تو کُجا؟ تادیبی کارروائی بھی نہیں کرتے۔ آپ بہت زیادہ عفوو درگزر کرنے والے، مہربانی کرنے والے تھے۔ آپ کبھی اپنے وقت کو ضائع نہیں فرماتے۔ فجر کی نماز کے بعد کچھ آرام فرماتے۔ پھر جاگتے ہی غسل فرماتے۔ ہر روز غسل فرمانا عادت شریفہ تھی۔ غسل کے بعد ناشتہ تناول فرماتے۔ کھانے پینے میں مرغن غذاؤں سے احتراز فرماتے۔ بہت قلیل غذا پر اکتفا فرماتے۔ بہت پہلے چائے بھی نوش فرماتے تھے۔ مگر عمر شریف کے آخری بیس سالوں میں اُسے بھی ترک فرمادیا۔

ناشتے کے بعد اگر کوئی ملاقات کے لیے آتا تو اس کی ضرورت کو پوری فرماتے۔ پھر اپنے معمولات، وظائف، دلائل الخیرات شریف کی تلاوت، ہر روز قرآن مجید کی تلاوت آپ کے مشاغل میں تھا۔ اگر ناگ پور میں قیام رہتا تو اپنے کاروبار کی طرف بھی تھوڑی توجہ فرماتے۔ پھر مدرسہ تشریف لاتے۔ اور اگر ناگ پور سے باہر ہوتے تو اس وقفے میں لوگوں کو ملاقات کا موقع عنایت فرماتے یا پھر اپنی تصنیف وتالیف کے کاموں میں مشغول ہوجاتے۔ دورانِ سفر بھی ان معمولات میں فرق نہیں آتا۔ چلتی ٹرین میں بھی بہت خوب اور صاف صاف تحریر فرمالیتے۔

ناگپور میں ہر مہینہ، اتوار کے دن ڈاکٹرس، سرکاری ملازمین اور گریجویٹ حضرات کے لیے خاص کر ''درس قرآن'' کا ایک سلسلہ جاری فرمایا تھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ آپ جو کچھ تفسیر بیان فرمانے والے ہوتے اس کے مواد کی کاپیاں حاضرین میں تقسیم

کر دی جاتیں۔ ''تفسیری پروگرام'' کی باضابطہ تیاری فرماتے اور خود اپنے ہاتھ سے بھی لکھتے۔ اس طرح ایک تفسیر بھی آپ کی تصنیف میں شامل ہے۔ آپ نے کئی رسائل اور کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

آپ نے ہمیشہ دین متین کی ترویج واشاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ اور جو لوگ اس کام میں مشغول ہوتے اُن سے محبت فرماتے اور اُن کی تعریف وتوصیف کرتے۔ انھیں اپنے تجربات اور کام کے طور طریقے بتا کر انھیں حوصلہ عطا فرماتے۔ آپ کے ہاتھوں قائم کیا ہوا ایک عظیم ادارہ ''دارالعلوم امجدیہ ناگپور'' ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی دینی اداروں کی سرپرستی فرمائی۔ ملک کے طول وعرض کی بہت سی کمیٹیاں اور انجمنیں آپ سے وابستہ رہیں۔ وہ اپنے ہر کام میں منفرد و یکتا تھے۔ وہ مردم شناس، دور اندیش اور نہایت ہی سلیقہ مند شخص تھے۔ نئے سے نئے کام کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیتے کہ جیسے اس کام میں انھیں برسوں کی مہارت ہو۔ آپ بہترین تاجر بھی تھے۔ ''مولویت'' کو قوم کی خدمات کے لیے اور ''تجارت'' کو معاش کے لیے ذریعہ بنایا تھا۔ وہ خود میں بہت کچھ تھے مگر انھوں نے اپنے آپ کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔ قدرت نے انھیں بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔

آپ کا کھانا پینا، سونا جاگنا، ملنا جلنا، سننا سنانا، رہن سہن، عادات واطوار سب کچھ ''سنت رسول'' کی خوشبو سے معطر تھا۔ کتنے ہی کافروں نے اسلام قبول کیا؟ کتنے ہی بدعقیدوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی؟ کتنے ہی لوگوں نے ان سے شرف ارادت ونسبت پا کر اپنی دنیا وآخرت کا سامان کیا؟ وہ زندہ تھے، وہ زندہ ہیں اور وہ زندہ رہیں گے۔ ان کا فیض جاری تھا، جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ المجیب

حضرت والا کے ساتھ گزرے ہوئے بہت سے لمحات ہیں جن میں نجی محفلوں میں بڑی پیاری پیاری گفتگو ہوتی تھی۔ کاش! اس وقت ہم میں سے کوئی ان ملفوظات کو قلم بند کر لیتا تو وہ قوم کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہوتے۔ خیر! آج بھی ہمارے لیے

آپ کے فتاوے، رسائل اور بے شمار خطبات رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ۔ میرے مالک! میرے بیان کرنے اور لکھنے میں دانستہ و غیر دانستہ طور پر جو بھی غلطی ہوئی ہو مجھے معاف فرما۔ میری اصلاح فرما۔ اور حضور والا کے درجات کو بلند سے بلند تر فرما۔ ان کے وسیلے سے ہماری مغفرت فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

توحید کے درجات

اخروٹ میں دو قسم کے پوست اور ایک قسم کا مغز ہوتا ہے۔

پھر مغز میں روغن بھی ہوتا ہے:

(۱) **منافقوں کی توحید:** پہلے چھلکے کے درجے میں ہے۔ کیوں کہ وہ چھلکا کسی کام کا نہیں ہوتا۔

(۲) **عام مسلمانوں اور متکلموں کی توحید:** دوسرے چھلکے کے درجے میں ہے۔ یہ کچھ کارآمد ہوتا ہے۔

(۳) **عارفانہ توحید:** مغز کے درجے میں ہے۔ اس کا فائدہ اور اس کی خوبی سب پر ظاہر ہے۔

(۴) **موحدانہ توحید:** روغن کے درجے میں ہے۔ اس کی تعریف کی حاجت نہیں۔ دیکھو! اخروٹ تو پورے مجموعے کو کہتے ہیں مگر پہلے چھلکے سے روغن تک جو فرق ہے وہ صاف روشن ہے۔

(حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ مخدوم کے بھی مخدوم تھے

از: فاضل گرامی حضرت مولانا سید شاہ مخدوم قادری حموی صاحب (ناظم اعلیٰ گلشن نوری ادونی، ضلع کرنول، آندھرا)

مخدوم کے دل کو بھی شہا! اپنی ضیا دے
للہ! کہ تو ''شمع شبستانِ رضا'' ہے

آقائے نعمت حضور اشرف الفقہا حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ دراصل ایک عبقری شخصیت کا نام ہے۔ آپ نہایت پاک بازو پاک نہاد بزرگ، باوقار و باوضع عالم دین، عظیم مفتی و بے مثال خطیب، بڑے سنجیدہ مزاج مدرس، دور اندیش مفکر و مدبر اور مجسم اخلاق تھے۔ آپ کی خوش اخلاقی کے بارے میں کہنا ہی کیا؟ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا آپ کی خوب صورتی سے زیادہ آپ کی خوب سیرتی کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ یہ خادم سید مخدوم تو دورِ طالب علمی سے اپنے اُس مخدوم کو دیکھ رہا ہے۔ ہر جگہ دیکھا۔ درس گاہ میں دیکھا۔ عبادت گاہ میں دیکھا۔ عوام میں دیکھا۔ خواص میں دیکھا۔ مجلسوں میں دیکھا۔ بڑے بڑے جلسوں میں دیکھا۔ سفر میں دیکھا۔ حضر میں دیکھا۔ اپنے ملک کے مختلف مقامات پر دیکھا۔ اور بیرون ملک بغداد شریف، کربلائے معلّٰی اور نجف اشرف میں بھی دیکھا۔ آخر زبان و دل نے یہی کہا:

ع بسیار خوباں دیدہ ام اشرف تو چیزے دیگری

تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ میرے سینے میں حضرت کے ''احوالِ زندگی'' سے متعلق معلومات کا اک گلشن آباد ہے۔ تاہم یہاں صرف دو چار پھول پیش ہیں۔

فیضان اشرف الفقہا علیہ الرحمہ اور گلشن نوری ادونی:

حضور والا علیہ الرحمہ ایک جلسۂ عام (بنام جشن محبوبین قدس سرہما) سے خطاب کے لیے میرے وطن عزیز ''ادونی'' تشریف لائے۔ جلسہ تو بہت شاندار رہا۔ تاہم آپ علیہ الرحمہ نے

غیر محسوس طریقے سے شہر کے حالات اور ہماری ناقص ومحدود دینی خدمات کا جائزہ لیا۔ پھر ہم تینوں (حضرت مولانا سید علی ومولانا سید انور صاحبان اور اِس راقم الحروف سید مخدوم قادری) اور ہمارے ساتھ موجود احباب اہل سنت کو بھی متوجہ کر کے واضح الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا: **"یہاں ایک مستقل، دینی، اقامتی درس گاہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا آپ حضرات وقت کے تقاضے کو پورا کرو۔"** پھر علم دین کی فضیلت واہمیت اور اس کی ترویج واشاعت کی ترغیب دیتے ہوئے اپنی نصیحتوں اور نیک دعاؤں سے نوازا۔ آپ کی اس مخلصانہ اور ہمدردانہ گفتگو کا سب کے دلوں پر بڑا گہرا اثر قائم ہوا۔ سب جوش میں آ گئے۔ اور عارضی طور پر مسجد دھول شاہ سے لگی ہوئی زمین پر ایک دار العلوم بنام "گلشن قادریہ" قائم کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے طلبہ کی تعداد اور اُن کی ضرورتیں بڑھنے لگیں۔ تو ہر ضرورت کو پوری کرنے والے خدائے قادر وقدیر نے حضور والا کی دعاؤں کے تصدّق ادارۂ ہٰذا کے لیے ایک مستقل "ذاتی زمین" (متصل شہر) کے اسباب پیدا فرما دیے۔ چنانچہ پچیس لاکھ چھیاسی ہزار دوسو دس روپے (2586210/-) قیمت سے زمین خریدی گئی۔ جب یہ خوش خبری آپ کو سنائی گئی تو نہ صرف آپ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دعاؤں سے نوازا بلکہ اپنا قیمتی وقت بھی اہل ادونی کے لیے عنایت فرمایا۔ چنانچہ مورخہ ۲۶ / جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ م ۱۸ / مئی ۲۰۱۲ء کو ادونی میں حضرت کی آمد ہوئی۔ مذکورہ زمین کا معائنہ فرمایا۔ اس پر سنگ بنیاد رکھا۔ تقریب سنگ بنیاد میں مختصر خطاب فرمایا۔ اور نماز مغرب بھی اُسی غیر آباد صحرا میں ادا فرمائی۔ پھر درود وسلام و دعا فرمانے کے بعد اساتذہ وارکان ادارہ نیز جملہ اہل سنت وشرکائے تقریب کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے حد درجہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ اِس طرح **"گلشن نوری ادونی** (ضلع کرنول، آندھرا)**" پر روزِ اول ہی سے حضور اشرف الفقہا کا فیضان جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا اَبد جاری رہے گا** ؎

"گلشن نوری" پہ بھی ہے آج تک فیض مجیب
زندگی بھر ہم بھی اُن سے فیض پاتے جائیں گے

حویلی ہو یا جھونپڑی؟:

۳؍ مارچ ۲۰۰۸ء کو سرزمین ادونی پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد تھا۔ سارے مریدین و معتقدین بلکہ ضرورت مند حضرات بھی سراپا انتظار بنے تھے۔ جلسے سے چند روز قبل حضرت والا کے ایک مرید نے مجھ سے کہا: صاحب! اِس مرتبہ میرے مرشد گرامی کا اِس ناچیز کے غریب خانے پر قیام ہو جائے تو بڑی مہربانی ہوگی۔ میں نے اُن سے وعدہ کرلیا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ جب حضرت قبلہ ادونی تشریف لائے تو مُرید صاحب، آپ علیہ الرحمہ کے ہمراہ ہمیں بھی اپنے گھر لے گئے۔ جب ہم ان کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا حضرت کے لیے ''رہائشی کمرہ'' ایک جانب ہے تو غسل خانہ دوسری جانب۔ مکانیت بھی مختصر اور رہائشی کمرہ بھی تنگ (اگرچہ مالک مکان کا دل بڑا وسیع تھا) مجھے مکان یا مالک مکان پر کلام نہیں تاہم اُس مرید صادق پر تعجب ہو رہا تھا کہ کاش! وہ سادہ دل نوجوان اتنا تو غور کرلیا ہوتا کہ میرے پیر صاحب جہاں قیام کرتے ہیں وہاں ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔ صحرا ''گلشن'' میں بدل جاتا ہے۔ مہمان خانہ ''شفا خانہ'' بن جاتا ہے۔ وہاں ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ بیعت کرنے والے بھی، تعویذ لینے والے بھی، پانی پر دم کرانے والے بھی، اپنا اپنا دردِ دل سنانے والے بھی، علما و ائمہ بھی، اُمرا و غربا بھی، مرد و خواتین بھی اور بچے بوڑھے بھی یعنی سبھی اپنی اپنی فریادیں لے کر آتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ دیکھتے ہی دیکھتے لوگ جمع ہونے لگے۔ سلام و دست بوسی کرنے والوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ میں نے عرض کی: حضور! اگر اجازت ہو تو ''قدیم قیام گاہ'' پر قیام کرلیں؟ وہاں ہر طرح کشادگی اور سہولت ہے۔ فرمایا: سید صاحب! **''فقیر جب کسی داعی کے گھر قیام کرتا ہے تو ایک ہی جگہ قیام کرتا ہے چاہے اُس کا مکان بڑا ہو یا چھوٹا، حویلی ہو یا جھونپڑی''**۔ یہ سُن کر مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ آخر وہیں قیام رہا۔ لوگ تھوڑے تھوڑے آتے رہے۔ اور فیض یاب ہوتے رہے۔ بعد پروگرام، ادونی سے نکلنے تک احباب اہل سنت اور عوام و خواص یکساں سرفراز ہوتے رہے ؎

دن رات مریض آ کے شفایاب ہوئے ہیں
تعویذ و عمل آپ نے کچھ ایسا دیا ہے

آپ کا تواضع اور حلم:

یہ خادم اپنے مشاہدات کی بنیاد پر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ خاک ساری وسادگی کے پیکر جمیل تھے۔ساتھ ہی بڑے حلیم وشفیق اور اصاغر نواز بھی۔اگر کوئی بات طبع شریف پر ناگوار ہوتی تو اس کو برداشت کرتے۔اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام تو کجا؟ خفگی و برہمی کا بھی اظہار نہ کرتے۔

مسجد اشرف الفقہا (گنگاوتی) کے افتتاحی موقع پر جب ''مقام ضیافت'' پر عشائیہ (رات کے کھانے) کا اہتمام کیا گیا اور دستر خوان پر وہی کھانا پیش کیا گیا جو ''عام مہمانوں'' کے لیے تیار کیا گیا تھا۔یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی۔ذہن میں مختلف خیالات گردش کرنے لگے کہ یہ لوگ کیسے ہیں؟ جب حضرت ہی کی وجہ سے اِس دعوت کا اہتمام کیا گیا ہے۔تو کیا حضرت کے لیے ذرا سا علاحدہ انتظام نہیں کر سکتے تھے؟ ویسے بھی آپ کی نہایت مختصر اور معمولی غذا ہوتی ہے۔روٹی اور تھوڑی سی سبزی رکھ دی جاتی تو آپ اُسے خوشی خوشی تناول فرمالیتے۔جب کہ آپ مرغن غذاؤں کے شوقین بھی نہیں۔اور یہ بات بھی نہیں کہ آپ گنگاوتی کو پہلی مرتبہ آئے ہوں۔بارہا تشریف لا چکے ہیں۔کیا اِن لوگوں کو حضرت کی سیدھی سادی غذا کا علم نہیں؟ یہ اور اسی طرح کی باتیں میرے دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔یہاں تک کہ میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا ''کیا آپ' حضرت کے لیے ایک دو روٹی کا انتظام نہیں کر سکتے تھے؟ یہ سنتے ہی حضرت نے اپنی سادہ مزاجی سے مجھے سیدھے سادے الفاظ میں یوں فرمایا: سید صاحب! یہ بے چارے'روٹی کا انتظام کہاں سے کر پائیں گے؟ اچھا! اب رہنے دیجیے۔یہ کہتے ہوئے آپ نے تھوڑا سا چاول لیا اور چند ہی لقموں پر اکتفا کیا۔نہ آپ کی زبان سے کوئی ایسا لفظ نکلا جس سے اپنی ناراضگی کا اظہار ہوا اور نہ ہی آپ نے میزبان کی کوئی دل شکنی کی۔

وہ ”سادہ مزاجی“ ہے کہ قربان زمانہ
وہ ”عالم تقویٰ“ ہے کہ تقویٰ بھی فدا ہے

ویڈیو گرافی سے سخت احتراز:

مورخہ ۲۲/ جون ۲۰۰۳ء کو شہر ادونی میں ایک عظیم الشان جلسہ بنام جشن غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منعقد تھا۔ آپ ادونی تشریف لاچکے تھے۔ اتفاقاً آپ کے معتقدین میں سے ”گلشن نوری“ کے ایک معاون کی دُختر کا ”عقد مسعود“ بھی اُسی دن مقرر تھا۔ نکاح خوانی کی آپ کو دعوت پیش کی گئی۔ بڑے اصرار کے بعد آپ نے منظوری عنایت فرمائی۔ جب آپ ”فنکشن ہال“ پہنچے تو شہر کے رئیسوں اور سیاسی وسماجی لوگوں نے دور ہی سے آپ کے نورانی چہرے کی زیارت کی اور آپ سے ملاقات کے لیے ٹوٹ پڑے۔ اسی اثنا میں ویڈیو گرافر دوڑتا ہوا آپ کے سامنے آگیا۔ آپ نے فوراً لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھتے ہوئے اُس سے اپنا رُخ پھیرلیا۔ اور ”فنکشن ہال“ سے نکل کر ”قیام گاہ“ کی طرف روانہ ہوگئے۔ قیام گاہ پر تمام حاضرین سہمے ہوئے تھے۔ ایک معتقد نے بڑی ہمت کرکے معافی مانگی: حضور! معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے ایسی جگہ کیوں لے جاتے ہو جہاں غیر شرعی کام ہورہا ہو؟ میں ”ویڈیو گرافی“ کا قائل نہیں ہوں“۔ چوں کہ آپ حد درجہ شریعت مطہرہ یعنی ”مسلک اعلیٰ حضرت“ پر سختی سے کاربند تھے۔ اِسی لیے اِس سے احتراز فرماتے تھے۔ شاعر نے اسی سچائی کو یوں بیان کیا ہے ؎

”مسلک احمد رضا“ کے آپ بھی تھے ترجماں
اہل مسلک، آپ کی خدمت جتاتے جائیں گے

مباہلے کا چیلنج:

۲۰۰۸ء کی بات ہے: سرزمین گنگاوتی (کرناٹک) پر جشن حضور غریب نواز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے خطاب فرمانے کے لیے آپ علیہ الرحمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ میزبان کے مکان پر احقر اور دیگر علمائے کرام بھی موجود تھے۔ بڑی پُر کیف محفل

سجی ہوئی تھی۔آپ علیہ الرحمہ علمائے کرام کی جھرمٹ میں ایسے نظر آرہے تھے جیسے آسمان کا
چاندستاروں کی جھرمٹ میں نظر آتا ہے اِسی دوران کسی صاحب نے ایک اشتہار دیتے
ہوئے کہا کہ حضور! اِس پر نظر کریں۔آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا غالباً اس اشتہار کی
سُرخی کچھ اس طرح تھی: ''بریلویوں کا عقیدہ یا رضویوں کا عقیدہ'' لا الٰہ الا اللہ
اعلٰی حضرت ولیّ اللہ'' اُس پمفلٹ کو آپ نے پڑھ کر مسکرایا اور خاموشی سے اپنی
جیب میں رکھ لیا۔مجھے پہلے تو آپ کی ''مسکراہٹ'' پر حیرت ہوئی اور پھر ''خاموشی'' سے
جیب میں رکھنے پر مزید حیرت ہوئی۔پھر اُس کے بعد جو کچھ ہوا اُس کا ''مختصر خلاصہ'' یہ
ہے: بعد عشا جلسے کا آغاز ہوا۔جب حضرت والا کرسیِ خطابت پر جلوہ افروز ہوئے اور
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ کے عنوان پر گفتگو فرماتے ہوئے خوفِ خدا، عشقِ رسول
خدا اور محبت اولیا کے جامِ شیریں سے اہل جلسہ کو مست فرما رہے تھے کہ اچانک دوران
خطاب آپ کا نورانی چہرہ جلال سے سرخ ہوگیا۔آپ نے اپنی جیب سے وہی اشتہار
نکالا اور فرمایا: کسی ''ابلیسی مشن والوں'' نے یہ ''ابلیسی حرکت'' کی ہے۔پھر آپ نے اہل فتنہ
کو متوجہ کرکے گرج دار لہجے میں فرمایا: خدا کی قسم! کوئی بھی رضوی ''لا الٰہ الا اللہ
اعلٰی حضرت ولیّ اللہ'' کا کلمہ نہیں پڑھتا۔ہر سُنّی رضوی اِس سے بَری ہے۔یہ اشتہار
چھاپنے والے نے چھاپا تو ہے مگر پتہ ''راج کوٹ'' کا دیا ہے۔فقیر ''راج کوٹ''
(گجرات) کی گلی گلی سے واقف ہے۔کون ہے جو میرے ساتھ چلے اور اِس کو ثابت کردے؟

پھر للکارتے ہوئے فرمایا: اگر دم خم ہے تو آؤ! ''مباہلہ کرلیں۔'' آؤ! میدان میں
آگ جلاؤ! ایک طرف مجیبؔ اشرف کھڑا ہو جائے گا اور دوسری طرف تم کھڑے ہو جانا۔
پھر دونوں سب سے پہلے دو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اپنے پیر کا نام لیتے ہوئے آگ
میں کود جائیں گے۔پھر وقت بتائے گا کہ حقانیت کیا ہے؟ کسی کے اندر اتنا دم خم ہے
تو میدان میں آؤ! یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے جو تم نے اعلٰی حضرت کے نام کے ساتھ لکھا
ہے۔پھر اہل جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! میں دعا کرتا ہوں تم سب لوگ ''آمین''
کہو۔یا خدا! اشتہار لکھنے والے پر تیری لعنت ہو! اسے رضویوں کا عقیدہ کہنے والوں پر

تیری لعنت ہو! اِسے صحیح سمجھ کر بیان کرنے والوں پر تیری لعنت ہو! اِسے درست سمجھ کر بانٹنے والوں پر تیری لعنت ہو! میں اِس اشتہار سے بَری ہوں۔ ''میرے اعلیٰ حضرت کے ماننے والے سب اِس سے بَری ہیں''۔ ہم کسی اور کا کلمہ نہیں پڑھتے۔ ساری دنیا سُن لے۔ ہمارا کلمہ بھی یہی ہے۔ ہمارا ایمان بھی یہی ہے اور ہم کلمہ پڑھ کر ذرے ذرے کو گواہ بناتے ہیں۔ چلیے! ہم سب بلند آواز سے کلمہ پڑھ لیں ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ''، جنھوں نے بھی یہ ذلیل حرکت کی ہے اور اس کی تقسیم پر فخر کرتے ہیں وہ انتظار کریں اللہ کی لعنت کا اور لعنت سے بھی نہیں ڈرتے تو مباہلہ کرلیں۔ پھر اہل سنت کو متوجہ کر کے بڑے پُرسوز لہجے میں فرمایا:

''اے سنّیو! آپ کسی بھی خانقاہ سے وابستہ ہو، کسی بھی پیرِ کامل کے مُرید ہو، ہر خانقاہ ہمارے دل کی دھڑکن ہے۔ دل کا چین ہے۔ ہم کسی بھی بزرگ کی توہین کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ ہاں! میں اِس کی بھی وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی اِس کلمے کو حق سمجھ کر پڑھتا ہے تو ہم ضرور اُس کے ''کافر'' ہونے کا فتویٰ دے دیں گے''۔ اخیر میں نہایت محبت بھرے لہجے میں یوں فرمایا: ''اے میرے بھائیو! آج مسلمانوں میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا اتحاد کو قائم رکھو! دیکھو! ''یزید'' نے بھی مسلمانوں میں اختلاف ڈالنا چاہا تھا مگر میرے حسین نے اپنے شہزادوں سمیت اپنا خونِ جگر دے کر اسلام کی حفاظت کی تھی اور اہل سنت کے اتحاد کو دوام بخشا تھا۔ اے لوگو! اگر جینا چاہتے ہو تو آؤ! اور حسین ابن علی کے کردار کو اپناؤ، زندگی کو سلیقہ مل جائے گا''۔

الحمدللہ! اُس مردِ مجاہد کی للکار اور ''مباہلے کے چیلنج'' کے بعد سے آج تک کسی نے دم مارنے کی ہمت نہیں کی۔ یہ ہے **مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت اور یہ ہے اشرف الفقہا کی روحانیت و کرامت**۔ اللہ تعالیٰ حضور والا کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے علمی و روحانی فیضان سے جملہ اہل سنت و جماعت کو فیض یاب فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ چشمۂ فیض وعطا

از: فاضل جلیل حضرت مولانا حافظ محمد عتیق الرحمٰن صاحب قبلہ (نائب صدر المدرسین گلشن رضوی رائچور)

آقائے نعمت، استاذ با کرامت حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ آپ ایک متبحر عالم دین، مفسر قرآن، شارح حدیث، بالغ النظر فقیہ، بے باک مناظر، بے مثال مدرس وخطیب، شریعت وطریقت کے حامل وعامل، ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے داعی وعلم بردار، دوراندیش بزرگ اور گوناگوں اوصاف کے مالک تھے گویا آپ کی ذات، عالم اسلام کی ایک عبقری شخصیت تھی۔ آپ کی دینی وملی خدمات صرف ملک ہند ہی تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی آپ کا علمی وروحانی فیضان جاری ہے۔ جہاں بے حساب لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہیں بے شمار ارادت مند، عقیدت مند اور شاگرد آپ کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ بھی ہیں۔

حضرت والا کی متعدد ''خدمات دینیہ'' میں سے ایک ''عظیم کارنامہ'' وسط ہند کے مشہور شہر ''ناگپور'' کی سرزمین پر اہل سنت وجماعت کی عظیم دینی درس گاہ ''الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ'' کا قیام ہے۔ جس کے ذریعہ آپ نے قابل مفتیان کرام، ان گنت جید علما وفضلا، حفاظ وخطبا، اہل سنت کو عطا فرمائے۔ ناچیز بھی اُسی جامعہ کا ایک ادنیٰ نمک خوار ہے۔ اس کے علاوہ بیشتر مدارس کے قیام میں بھی آپ کا اہم کردار رہا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ بہت سے دینی اداروں کی صدارت وسرپرستی اور اصلاحی تنظیموں کی نگرانی فرماتے رہے ہیں۔ آپ کی توجہ خاص سے کتنی ہی غیر آباد مسجدیں آباد ہوئیں اور کئی ایک نئی مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ کتنے ہی ایسے شہر موجود ہیں جہاں پر سنیت کی بنیاد کو مضبوط کرنے میں آپ کا ''کلیدی حصہ'' رہا ہے۔ اور سنیت کو فروغ ملا ہے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کے سینوں میں محبت رسول کا چراغ روشن کیا ہے۔ اپنے خطبات اور بیعت وارشاد کے ذریعے لاکھوں

بندگانِ خدا کو گمراہی سے بچایا۔ لاتعداد متلاشیانِ حق کو "معرفت الٰہی" اور "عشق مصطفائی" کا جام پلایا ہے۔ ہزاروں ایسے غلامانِ رسول بھی ہیں جو آپ کے دامن سے وابستگی کے بعد "مسلک اعلیٰ حضرت" کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

بلاشبہ آپ حضور مفتیِ اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفاے اَجلّہ میں سے تھے۔ آپ عرصۂ دراز تک اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں رہے۔ سفر و حضر میں خدمت کی سعادت ملی۔ "علوم ظاہری" کے ساتھ "باطنی فیض" بھی خوب نصیب ہوا۔ آپ اپنی حیات کے ہر موڑ پر مرشد برحق تاج دارِ اہل سنت حضور مفتیِ اعظم ہند کے نقوشِ پا کو پیش نظر رکھتے۔ آپ ہی کے "نقش قدم" پر چلتے ہوئے اوراد و وظائف، تعویذات و دعا کے ذریعے نہ جانے کتنے پریشان حال لوگوں کا علاج فرمایا۔ غمگین مسلمانوں کا غم غلط کر کے مژدہ پہنچایا۔ جہاں پہنچتے خلق خدا کی بھیڑ، حاجت مندوں کا ہجوم، نہ ناراضگی کا تاثر نہ چڑچڑاہٹ، کیا امیر کیا غریب؟ کیا عالم کیا غیر عالم، کیا اپنے کیا بیگانے سب کے سب فیضیاب۔ "خدمت" پر کسی سے نہ کوئی بدلہ نہ مطالبہ۔ زبان سے کہنا تو دور کی بات، آپ کے رویے اور اِیما و اشارے سے بھی لالچ کی بُو نہیں آتی۔

آپ اپنے مزاج کے لحاظ سے انتہائی حلیم اور نرم خُو تھے لیکن شریعت کی تعمیل کے حوالے سے آپ کی طبیعت میں بڑی شدت تھی۔ سنت و شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین جہاں اپنے مریدین، محبین اور عامۃ المسلمین کو فرماتے وہیں آپ خود بھی (سفر و حضر، خلوت و جلوت میں) سنت رسول، سنت صحابہ اور طریقۂ بزرگان دین پر پوری طرح کاربند ہوتے۔ اور اس میں بھی کوئی دو راے نہیں کہ آپ اپنے عہد میں ایک سلیم الطبع، متوازن فکر کے حامل، عظیم رہنما اور بے باک قائد تھے۔ رنج و محن کی گھڑی اور نامساعد حالات میں بھی کسی نے آپ کے چہرے پر مایوسی، بدحواسی اور گھبراہٹ نہیں دیکھی۔

اسی طرح یہ بات بھی مسلّم ہے کہ بچے، بوڑھے اور جوان جس کسی نے بھی آپ علیہ الرحمہ کو دیکھا ہے یا ملاقات کی ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ جس طرح آپ طبعی طور پر حلیم و

بردبار تھے اسی طرح فطری طور پر آپ کریم النفس، مہربان اور حد درجہ شفیق بھی تھے۔ اپنے تلامذہ، اصاغر، ارادت مندان پر بے حد شفقت و نوازش فرماتے تھے۔ جس کسی نے آپ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت یا خواہش کا اظہار کیا اگر شرعاً ممانعت نہ ہوتی تو ضرور آپ اُسے پوری فرما دیتے۔ کتنی ہی بار دیکھا گیا کہ آنے والا حاضر آیا اس سے قبل کہ زبان سے کچھ عرض کرتا آپ نے اُس کی طرف دیکھا اور نواز دیا۔ ارد گرد بیٹھے اصحاب آپ کی کریمی اور فیاضی پر ششدر رہ جاتے اور برملا زبان سے نکل جاتا۔

ع جھولی ہی اپنی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

اور آج بھی آپ کی آخری آرام گاہ (''زیارت گہِ اشرف الفقہا'' ۱۴۴۱ھ) کھلے آسمان کے نیچے منبعِ ''فیض عام'' ہے جہاں نہ کوئی حجرہ ہے نہ دروازہ، نہ حاضر آنے والوں کے لیے کوئی روک ٹوک ہے نہ کسی سے اجازت درکار۔ سبحان اللہ!

ع کیا شان مجیبیؔ ہے ذرا آ کے تو دیکھو

آپ نے اپنی آخری آرام گاہ کے متعلق کوئی ''وصیت نامہ'' تحریر کیا ہو یا رازدارانہ کسی کو اِس کی ہدایت کی ہو، میرے علم میں نہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو ضرور اس کی تعمیل کی جاتی جب کہ اور لوگوں کی وصیت ہوتی ہے، خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر واہ! یہ ربِّ مجیب کے ایسے مجیب اشرؔف کہ انھوں نے اپنے سارے کام سپردِ الٰہی کر دیا ہے۔ وَ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ۔ مولیٰ! تو جہاں چاہے گھما دے، جہاں چاہے بٹھا دے، جہاں چاہے سلا دے۔ کیوں کہ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ بے شک میری نماز، قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ میں تو تیرے ہر حکم پر لبیک کہوں گا اور ہر حال میں تیرا ہی شکر ادا کروں گا۔ اس سے جہاں آپ کی قضا برضا معلوم ہوتی ہے وہیں مریدین و متوسلین، تلامذہ و محبین کے لیے مژدہ بھی کہ جب آپ ظاہر زمین پر تھے آپ کے چاہنے والے بلا تکلف ملاقات کر لیتے اور اپنے رنج و غم کا مداوا پا لیتے۔ اب جب کہ حضور والا وصال کر چکے ہیں۔ مایوس نہ ہوں جب چاہو

چلے آؤ۔تنہا آؤ'احباب کے ساتھ آؤ' صبح آؤ'شام آؤ۔خلوت میں عجب انجمن آرائی ہے۔ نہ دن کی قید نہ رات کی تعیین' نہ ایام کی تخصیص' نہ اوقات کی تحدید' نہ آستانے پر تالا' نہ دربان' نہ کوئی ہٹانے والا' نہ اٹھانے والا' جس قدر چاہو جھولیاں بھرلو۔"نوری کا فیضِ نور" عام ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ مجھ حقیر کو بھی آپ علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ و نیاز مندی حاصل ہے۔اور ہزارہا گدایانِ مجیبیؔ میں سے ایک ادنیٰ گدا' ناچیزؔ بھی ہے جس پر آپ کے بے شمار احسانات اور خصوصی عنایات ہیں۔چالیس سال پیش تر درس گاہ میں بٹھا کر پڑھایا۔ماہِ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں مکمل ماہ اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھا کر سحری کرایا۔اس فقیر پر آپ کی شفقت وعنایت صرف ناگپور اور راۓچور کی سرزمین تک ہی نہیں بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ مدینۃ الرسول'مکۂ مکرمہ میں بھی خوب خوب نوازش رہی۔اب تک جتنی دفعہ دربار اقدس میں حاضری کی سعادت ملی ہر بار آپ کا بے انتہا لطف وکرم رہا۔

دربار رسول میں مواجہہ اقدس کے روبرو اپنے ساتھ سیدالکونین'امام القبلتین پر درودوسلام پڑھایا۔اس کمترین کو مع والدہ آپ نے مسجد قبا'مسجد قبلتین'میدان اُحد'ثنیۃ الوداع اور دیگر مقامات مقدسہ کے تاریخی واقعات اور ان کے فضائل بیان کرتے ہوئے زیارت کرائی۔اِس طرح میری خوابیدہ قسمت کی معراج ہوئی۔اور یہ بھی کیا خوب شان عطائی ہے کہ پندرہویں شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ لیلۃ المبارکہ کے درمیانی حصے میں جب آپ مزارات شہداے احد کی زیارت وفاتحہ خوانی'مسجد نبوی شریف میں صلاۃ اللیل کی ادائیگی' مواجہہ اقدس میں تادیر درودوسلام کی پیش کشی اور طویل دُعا کے بعد اَشک بار آنکھوں کے ساتھ جب آپ"قدمین شریفین" سے نکل کر"جنت البقیع" کی طرف بڑھتے ہیں تو میری بڑی دختر جو صحن مسجد نبوی میں صاحب الجود والکرم ﷺ کے جودوکرم سے اپنا دامن بھر رہی تھی اور حضور نور مجسم ﷺ کے انوار وتجلیات سے اپنے خانۂ دل کو چمکا رہی تھی' یکایک اس کی نظر حضور والا پر پڑتی ہے حالانکہ پہلے سے نہ کوئی ارادہ' نہ حضرت کے وہاں سے گزرنے کا وہم وگمان' نہ ہی مجھے وہاں اس کی موجودگی کا علم اور نہ ہی

حضور والا سے کسی طرح کا ذکر۔ بس یہ سب شہِ بطحا کا جود و کرم اور اُن کا صدقہ جب آپ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ کے قدموں کے پاس اپنی گردن جھکا دی اور آپ نے بھی نگاہِ شفقت و دعاے رحمت سے نواز دیا۔ اپنی سبز چادر سر پر رکھ دی۔ ؎

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے کتنی ملی خیرات؟ نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

وہ وقت، تاریخ، روز، ماہ اور سن ہجری مجھے تادمِ حیات یاد رہیں گے جو مکہ شریف میں آپ کے الوداعی طواف کے تھے یعنی ۱۳؍ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ م ۱۴؍ ۱؍ اگست ۲۰۱۹ء چہارشنبہ، بوقت چاشت، آپ کا اپنی حیات ظاہری کے آخری طواف و دعا میں عزیز القدر مولانا حافظ سید شمس تبریز، برادر مجیبی عبد الباسط انصار صاحبان اور اس ناچیز (مع اہلیہ) کو شامل کرنا، یہ ہم پر آپ کی سب سے بڑی عنایت ہے۔ اور بعد طواف ونماز (واجب الطواف) و دعا، سب سے اخیر میں آپ کی دست و قدم بوسی کا شرف حاصل کرنا یہ ہماری سب سے بڑی سعادت ہے۔ ؎

یہ سب تمھارا کرم ہے آقا!
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

میں اپنے اِس مضمون کو حضور والا کے اِس ''پیغامِ عمل'' کو پیش کرتے ہوئے تمام کرتا ہوں: **''تم عقیدے کو بچاؤ! اور عمل کو بھی سجاؤ!''**

مولیٰ تعالیٰ حضور والا کے مراتب جلیلہ کو اوج خسروی عطا فرمائے اور مریدین ومتوسلین کو آپ کے فیض وکرم سے متمتع فرما کر ہر دو جہاں میں خیر وسلامتی نصیب فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کا داعیانہ کردار

از: فاضل جلیل مفتی محمد شبیر عالم قادری صاحب (مفتی و مدرس گلشن رضوی رائچور)

ع اپنی کہاں بساط کہ اُن تک پہنچ سکیں

''دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت'' ایک ایسا عظیم فریضہ ہے جس کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاے کرام دنیا میں مبعوث فرمائے اور یہ سلسلۂ دعوت و تبلیغ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بذریعہ انبیاے کرام ہی چلتا رہا۔ جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر باب نبوت بند ہو گیا تو حضور اکرم داعیِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ'' فرما کر یہ عظیم ذمہ داری ''علماے حق'' کے سپرد فرمائی۔ چناں چہ ''علماے ربانیین'' نے اِس سلسلۂ دعوت و تبلیغ کو آج تک جاری رکھا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ جاری رکھیں گے۔

اسلوب دعوت:

اللہ رب العزت جل شانہ نے دعوت و تبلیغ کے اسلوب کو اپنی آخری کتاب ''قرآن مجید'' میں ثبت فرما کر رہتی دنیا تک کے داعیان اسلام کی رہنمائی فرمائی۔ ارشاد فرمایا: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (ترجمہ) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو۔ (سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں دعوت و تبلیغ کے تین طریقے بتائے:۔

(۱) ''بِالْحِكْمَةِ'' حکمت کے ساتھ یعنی مضبوط دلیل کے ساتھ جو حق کو واضح کر دے اور شبہات کو زائل کر دے۔

(۲) ''وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ'' یعنی اچھی نصیحت کے ساتھ مراد یہ ہے کہ اچھے کام کے کرنے کی ترغیب دینا اور بُرے کام کے کرنے سے ڈرانا۔

(۳) ''وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ'' یعنی ایسے طریقے سے بحث کرنا جو سب سے اچھا ہے۔اس سے مراد قرآنی آیات و دلائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا' دعوت حق دینا' احقاق حق و ابطال باطل کے لیے مناظرہ کرنا۔

داعی الی اللہ کے اوصاف جمیلہ:

''داعی'' کے لیے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے:۔

(۱) علم (۲) اُس علم پر عمل (۳) مقصودِ رضاے الٰہی

(۴) نرمی و ملنساری (۵) حلم و بردباری

حضرات صحابۂ کرام و تابعین عظام نے پھر ائمۂ دین و علماے ربانیین نے انھیں اسالیب دعوت و تبلیغ کو اپناتے ہوئے ہم تک ''دین کی تعلیمات'' پہنچائی ہیں۔

دعوت و تبلیغ اور حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کی ذات:

اگر ہم حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کی ''حیات طیبہ'' پر طائرانہ نگاہ ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ حضور والا کی ذات تمام اسالیب دعوت کی جامع اور تمام اوصاف جمیلہ کی حامل تھی۔آپ نے نصف صدی سے زائد وقت تک دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے ایسے واعظ و خطیب تھے کہ آپ کو اکابر و اصاغر و خواص و عوام میں' بلکہ ہر جگہ مقبولیت حاصل تھی۔''خوش اسلوبی اور حلم و بردباری'' آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

علمی مقام:

آپ علیہ الرحمہ کے مقام علمی کا اندازہ بھلا مجھ جیسا کم علم کیا کرسکتا ہے جب کہ اُن کے ''عالم دین'' بننے کے لیے سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کے بچپن ہی میں دعا فرمائی تھی۔آپ نے اکابر زمانہ خصوصاً حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ سے خوب خوب

اکتساب علم وفیض کیا۔ پھر بائیس سال کی عمر میں تکمیل درس نظامی پر دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے جبہ ودستاروسند کے ساتھ ساتھ سرکار مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ نے بھی اپنی جانب سے مزید ایک جبہ ودستار سے اور اپنی ''خاص سند حدیث'' سے نوازا ۔

ایں سعادت بزور باز و نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جامع علم وعمل:

ایک ''داعی'' کے لیے علم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی سخت ضرورت ہوتی ہے تاکہ زبان وعمل میں تضاد نہ ہو اور مخاطب پر اس کا مثبت اثر مرتب ہو۔ جب ہم اِس زاویے سے آپ علیہ الرحمہ کو دیکھتے ہیں تو حقائق ومشاہدات گواہی دیتے ہیں کہ آپ سفر وحضر میں احکام شرع کے مکمل پابند تھے۔ ''رخصت'' کی بجائے ''عزیمت'' پر عمل فرماتے' فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ ''سنن ومستحبات'' کے بھی عامل تھے۔ آپ اپنی پچاسی سالہ عمر میں بھی اپنے گھٹنے میں سخت درد اور ورم کے باوجود تمام نمازیں کھڑے ہوکر' رکوع وسجدہ کی ہیئتِ اصلی کے ساتھ ہی ادا فرماتے تھے۔

ماہِ رمضان المبارک میں بحالت روزہ الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور کے لیے سرمایہ فراہمی کی خاطر ملک بھر کا دورہ فرماتے تھے۔ جب حیدرآباد تشریف لاتے تو الحاج امین رضوی صاحب کے مکان پر قیام ہوتا۔ نماز پنج گانہ اور پوری تراویح باجماعت ادا فرماتے' خود ہی امامت فرماتے اور میزبان کو شرفِ اقتدا سے نوازتے۔ حالتِ سفر میں بھی قرآن مجید کی تلاوت اور دیگر اوراد ووظائف کی پابندی فرماتے۔

رضائے الٰہی ورضائے مصطفیٰ:

آپ کے اندر آپ کے اساتذۂ کرام کی تربیت اور سرکار مفتیِ اعظم ہند کی صحبت کیمیائے سعادت کا اثر تھا کہ دن کا چین اور رات کا آرام رضائے الٰہی کی خاطر چھوڑ دیتے۔ آپ احقاقِ حق' ابطال باطل اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے

ہر آن کمر بستہ رہتے۔آپ کا مقصدِ حیات ہی ''حصولِ رضائے الٰہی و رضائے مصطفیٰ'' تھا۔ پیرانہ سالی میں بھی جس قدر آپ نے تبلیغی دورے فرمائے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ پورا پورا مہینہ جلسوں سے بھرا ہوتا۔کبھی ایک دن میں دو دو جلسے بھی ہوتے۔

آپ نے بتیس (۳۲) مرتبہ حج کا شرف حاصل کیا اور طواف و عمرے کی تعداد اللہ و رسول ہی جانتے ہیں۔عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ حج و عمرہ سے واپسی کے بعد لوگ ہفتہ، دس دن گھر پر رہ کر آرام کرتے اور خویش و اقارب سے ملاقات کرتے ہیں لیکن حضرت والا کو خدمتِ دین کا جو جذبہ، صحبتِ مرشدِ کامل سے حاصل ہوا تھا وہ آپ کو گھر پر آرام کرنے نہیں دیتا۔آپ زیارتِ حرمین طیبین سے واپس ہوتے اور دوسرے ہی دن دعوتی (تبلیغی) سفر پر روانہ ہوتے گویا بارگاہِ رسالت سے یہ ذمہ داری لیے واپس ہوتے اور فوراً اپنے فرضِ منصبی کی تکمیل میں لگ جاتے ؎

مدینے کا کچھ کام کرنا ہے سیدؔ
مدینے سے میں اس لیے جا رہا ہوں

آپ علیہ الرحمہ میں حق گوئی کا عنصر اس قدر غالب تھا کہ اگر داعی یا میزبان کبھی اشرار کی شر انگیزی یا دنیاوی خوف کے سبب ابطال باطل سے منع کرتے تو آپ اُن کی ناراضگی کا خیال کیے بغیر احقاق حق و ابطال باطل کر جاتے۔اور انداز اس قدر دل نشیں ہوتا کہ شر پسندوں کو شر انگیزی کا موقع نہ ملتا۔آپ کی بارعب شخصیت اور اندازِ تفہیم کے باعث، اعدا کی زبانیں بند ہو جاتیں۔

ذرّہ نوازی:

آپ کی ذرّہ نوازی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی راقم الحروف دُعا کے لیے عرض کرتا اور کہتا: حضور! تزکیۂ قلب کے لیے دعا فرمائیں۔مسکراتے ہوئے ارشاد فرماتے آپ میرے لیے دُعا کریں، میں آپ کے لیے دُعا کرتا ہوں۔اللہ اکبر۔آپ مریدین و متوسلین کے لیے سراپا رحمت و شفقت تھے۔آپ کی طبیعت میں نرمی، مزاج میں حد درجہ سنجیدگی

ومتانت تھی اور کردار میں اعلیٰ ظرفی تھی۔ سرکار مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے فیضانِ صحبت نے آپ کو حلم و بردباری کا مجسمہ بنادیا تھا۔ آپ کی بافیض بارگاہ سے خواص وعوام ہر آن فیض یاب ہوتے۔ جلسے کے اختتام پر دست بوسی کا سلسلہ جاری ہوتا۔ دیکھنے والے تھک جاتے لیکن آپ کے حلم کا پیمانہ لب ریز نہ ہوتا' ماتھے پر شکن تک نہ آتی۔ پھر قیام گاہ پہنچتے اور رات گئے تعویذ و دم کا سلسلہ چلتا رہتا بالآخر منتظمین کو یہ سلسلہ رکوانا پڑتا۔

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کا ناز:

آپ کے علم و عمل' تقویٰ وطہارت پر آپ کے استاذ الکُل ومربیِ خاص حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کو اس قدر ناز تھا کہ آپ کو اپنے لیے ''اُخروی ثمرہ'' تصور کرتے تھے۔

صبر و تحمل اور حلم و بردباری:

ایک داعی کے لیے صبر و تحمل' حلم و بردباری' اس کی کامیابی کا راز ہوتا ہے۔ آپ میں جو صبر و تحمل اور حلم و بردباری کی جو صفت تھی وہ اپنی مثال آپ تھی۔ دو سال قبل کی بات ہوگی حضور والا کی عمر تقریباً چوراسی (۸۴) سال تھی۔ حضرت ''نظام آباد'' سے پروگرام کر کے تقریباً رات کے ۲/ بجے بذریعہ کار' گنگاوتی (کرناٹک) کے لیے روانہ ہوئے۔ نماز فجر حیدرآباد میں ادا کی۔ سفر تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا تھا پورا سفر بذریعہ کار ہوا۔ ہم نے چاہا کہ آپ کچھ دیر ''رائچور'' میں آرام فرمالیں۔ لیکن منتظمین کے اصرار پر آپ بغیر رُکے ''گنگاوتی'' پہنچ گئے۔ پہنچتے ہی معتقدین اور مریدین کی فرمائش شروع ہوئی۔ بعد ظہر فلاں کے یہاں تو بعد عصر فلاں کے وہاں اور بعد مغرب فلاں کے پاس الغرض وہاں پر بھی آرام کا موقع میسر نہ آیا۔ آپ کافی تھک چکے تھے اور وقت بھی کافی گزر چکا تھا۔ بعد مغرب' راقم الحروف اور حضرت مولانا سید شاہ مخدوم قادری حموی صاحب ادونوی کو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے سید مخدوم صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا: سید صاحب! میرے جانے کے بعد احساس ہوگا۔ تھکا دیا ان لوگوں نے مجھے۔۔۔۔۔۔۔

پھر خاموش ہو گئے۔ پھر معمول کے مطابق گفتگو فرمائی گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

ع کہاں سے لائیں گے شبیرؔ! ایسے ''مرشد'' کو؟

اِس خیال وتصور ہی سے عقیدت مندوں کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ للہ در الممدوح۔

انداز خطابت:

آپ کا انداز خطابت بڑا دل نشیں تھا۔ قرآنی دلائل سے مدلل، احادیث مبارکہ سے مبرہن، کلام رضا سے مزین، تمثیلات سے معمور اور دل کش انداز وآواز سے آراستہ آپ کا خطاب ہوتا تھا۔ آپ اپنے خطابات میں عموماً تمثیلات کے ذریعے مشکل سے مشکل مسئلے کو اس قدر آسان بنا دیتے کہ خواص وعوام یکساں مستفیض ہوتے:

ایک تقریر کے دوران نہایت آسان انداز سے ''حاضر و ناظر'' کے مسئلے کو حل فرمایا آپ بھی اس کا خلاصہ ملاحظہ کیجیے! آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ہر وقت میں ''دنیا'' کو اپنی ہتھیلی کی طرح (آپ اپنی ہتھیلی کو دیکھتے ہوئے فرمارہے تھے) دیکھتا ہوں ''اَنْظُرُ کَفِّیْ ھٰذِہٖ'' پوری دنیا کو اِس طرح۔ پھر فرمایا: اِسی کا نام تو ''ناظر'' ہے۔ دوسری بات یہ کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں تو ''دنیا'' آپ کے سامنے ''حاضر'' تھی۔ پھر سامعین سے پوچھا کہ آپ اپنی ہتھیلی کو سامنے رکھیں تو یہ ''ہتھیلی'' غائب ہے یا حاضر؟ سب نے جواب دیا ''حاضر'' ہے۔ پھر فرمایا اور میں ہتھیلی کے پاس حاضر ہوں کہ غائب؟ سامعین نے جواب دیا: ''حاضر'' ہیں۔ فرمایا: اِسی کا نام تو ''حاضر و ناظر'' ہے۔ پھر فرمایا: ساری کائنات حضور کے سامنے ''موجود'' اور حضور ساری کائنات کے سامنے ''حاضر'' ہیں اور اپنی نگاہوں سے کائنات کو دیکھ رہے ہیں لہٰذا حضور ''حاضر'' بھی ہیں اور ''ناظر'' بھی۔ حضور فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا کَمَا اَنْظُرُ کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔ (ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کے حجابات اٹھادیے ہیں، میں اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔) دیکھا آپ نے کس آسانی سے

حاضر وناظر کا فلسفہ سمجھا دیا؟ عوام وخواص سب سمجھ گئے۔سبحان اللہ

ایک موقع سے فرمایا تھا کہ"اولیا کی روح" اُن کے جسم میں مقید ہوتی ہے تو محدود ہوتی ہے جس طرح پرندہ "پنجرے" میں ہوتا ہے تو اُس کی اُڑان محدود ہوتی ہے اور جب "پنجرے" سے آزاد ہو جاتا ہے تو اُس کی اُڑان بڑھ جاتی ہے اسی طرح جب "اولیاء اللہ" وصال کر جاتے ہیں تو اُن کی "روح" جسم سے آزاد ہو جاتی ہے اور اُن کے اختیارات بڑھ جاتے ہیں۔

حضور محدث کبیر مدظلہ کے بھی مرکوزِ نظر:

"بنارس" میں دیوبند کے ایک مکّار مقرر"جرجیس" نے مزارات اولیا کی حاضری کو شرک بتایا اور اس کو"بت پرستی" سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ وہ (کافر) کھڑے کی (بت کی) پوجا کرتے ہیں اور یہ (سنی لوگ) پڑے (مزار میں سوئے ہوئے ولی) کی پوجا کرتے ہیں۔لٰہذا دونوں مشرک ہوئے۔اُس کے اِس بیان کا عوام پر کافی اثر پڑا۔اُس کی اِس بات سے کافی انتشار ہوا۔اتفاقاً حضور والا اور محدث کبیر کا چند دن بعد وہیں پروگرام تھا۔لوگوں نے حضور محدث کبیر سے عرض کیا کہ آپ جرجیس کے اس بیان کا جواب عنایت فرمائیں۔ حضور والا نے ان سے فرمایا:"**مفتی مجیب اشرف صاحب سے کہیں وہ اُس کا اُسی کی زبان میں اُسی کے انداز میں صحیح جواب دیں گے**"۔چناں چہ آپ نے اپنے خطاب میں جواباً فرمایا: صرف ظاہری مشابہت پر حکم نہیں لگایا جاتا بلکہ نیت وارادے کا اِس میں کافی دخل ہوتا ہے۔پھر آپ نے ارکان عمرہ و مناسک حج کو تمثیلاً پیش کرتے ہوئے بہت ہی عمدہ خطاب فرمایا' جس سے اہل سنن شاداں وفرحاں ہو گئے اور مخالف خائب وخاسر ہو کر رہ گئے۔اور عوام کا"ذہنی انتشار"سکون میں تبدیل ہو گیا۔

بارگاہِ الٰہی میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور والا کی خدمات جلیلہ کو قبول فرما کر اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمیں اُن کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفسرِ قرآن حکیم‘ شارحِ کلامِ رضا‘ خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم‘ خطیب الھند‘
مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت علامہ الحاج الشاہ **محمد مجیب اشرف** صاحب قبلہ مدظلہ العالی
بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور (مہاراشٹر)
سے

مسرَّت اَندوز ”اِنٹَرویو“

۱۴ ھ ۴۱

(نوٹ: یہ ”انٹرویو“ حضرت قبلہ کے وصال سے ۵/ماہ ۲۶/دن قبل کا ہے۔)

(۱) **عرض:** السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) **ارشاد:** وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۲) **عرض:** بعد از قدم بوسی عرض ہے: یہ کفش بردار‘ آپ کا شاگردِ خاک سار‘ احقر محمد قلندر رضوی غفرلہٗ اپنے دورِ طالب علمی سے آج تک حضور والا سے برابر اکتسابِ علم وفیض کرتا رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ کرتا رہے گا۔ لیکن آج جی چاہتا ہے کہ حضرت والا کے تلامذہ وخلفا‘ مریدین ومعتقدین اور اہل سنت کی خیر خواہی نیز اپنی اصلاح و آگاہی کے لیے آپ کی حیات طیبہ و خدمات دینیہ کے حوالے سے چند اہم معلومات حاصل کروں‘ اگر اجازت ہو تو چند سوالات کے پھول نچھاور کروں؟

(۲) **ارشاد:** جی! اجازت ہے‘ فرمائیے!

(۳) **عرض:** سب سے پہلے آپ اپنے پیدائشی اور تاریخی نام وکنیت‘ تاریخ ولادت اور مقام پیدائش کی وضاحت فرمادیں۔

(۳) **ارشاد:** میرا نام ”محمد مجیب اشرف“ ہے چوں کہ مجھے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سے بیعت وارادت حاصل ہے اِس لیے اپنے نام کے اختتام پر ”رضوی“ کی مہر لگا کر ”**محمد مجیب اشرف رضوی**“ کہتا اور لکھتا ہوں۔

میرا کوئی ''تاریخی نام'' نہیں، البتہ تاریخی کنیت'' اَبُو المُفَضَّل'' ہے۔

میری تاریخ ولادت: ۲؍ماہِ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ م ۶؍نومبر ۱۹۳۷ء

اور میرا مقام پیدائش: گھوسی (ضلع اعظم گڑھ، یوپی) ہے۔

(۴) **عرض:** اپنے آباؤاجداد کرام کے اسمائے گرامی بھی ارشاد فرمادیں۔

(۴) **ارشاد:** میرے والد ماجد کا اسم گرامی: الحاج صوفی محمد حَسن اشرفی صاحب مرحوم

ابن حضرت حافظ جمیع اللہ صاحب مرحوم۔

جدّ اعلیٰ کا اسم گرامی: الحاج الحافظ احمد صاحب علیہ الرحمہ (سابق خطیب و امام جامع مسجد، گھوسی)

اور جدّ امجد کا اسم گرامی: جامع معقول ومنقول بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی

محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ (برادر گرامی واستاذ محترم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ) ہے۔

(۵) **عرض:** آپ کی ابتدائی تعلیم کہاں ہوئی؟

(۵) **ارشاد:** میرے وطن عزیز'' گھوسی'' میں۔ اور وہیں کے ایک خدا رسیدہ بزرگ

حضرت میاں جی محمد تقی علیہ الرحمہ کے پاس میرا ناظرہ قرآن حکیم مکمل ہوا۔ بعدہٗ اردو فارسی

اور عربی کی تعلیم (متوسطات تک) مدرسۂ اہل سنت شمس العلوم گھوسی میں ہوئی۔

(۶) **عرض:** تو پھر درس نظامی کی تعلیم اور اس کی تکمیل؟

(۶) **ارشاد:** اُفّوہ! آپ کے اِس سوال پر مجھے ستر بہتر سال پہلے کا وہ روحانی اور نورانی

منظر یاد آرہا ہے۔۔۔۔۔!

(۷) **عرض:** سبحان اللہ ارشاد فرمائیں! بڑی مہربانی ہوگی۔

(۷) **ارشاد:** تاریخ تو یاد نہیں، البتہ یہ یاد ہے کہ ماہِ صفر المظفر ۱۳۶۸ھ کا پہلا عشرہ تھا۔

اہل گھوسی کو یہ معلوم ہوا کہ حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمہ سرکار صدر الشریعہ

علامہ مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمہ کے وصال پر'' تعزیت'' پیش کرنے کے لیے گھوسی تشریف

لارہے ہیں، چنانچہ گھوسی کے ریلوے اسٹیشن پر ہزاروں مسلمان آپ کے استقبال وزیارت

کے لیے جمع ہو گئے، میں بھی اپنے والد ماجد کے ہمراہ وہاں موجود تھا۔ اُس وقت

میری عمر غالباً ۱۲؍سال تھی۔ جب ٹرین پلیٹ فارم پر آ کر رُکی تو نعرہائے تکبیر و رسالت سے پوری فضا گونج اُٹھی۔ اُس وقت تک میں نے آپ کی زیارت نہیں کی تھی۔ آج اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ آپ کو دیکھا' جب دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گیا۔ ایسا بارعب اور پُرنور چہرہ؟ ماشاء اللہ تعالیٰ۔ پلیٹ فارم پر کثرتِ ہجوم کی وجہ سے ہمیں صرف زیارت نصیب ہوئی۔ اس لیے نمازِ عشا کے بعد ہم حضور صدر الشریعہ کے مکان (قادری منزل) پر پہنچے۔ وہاں بھیڑ کم تھی۔ حضور والا ایک کمرے میں مسند سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ ابا حضور نے سلام کر کے مصافحہ کیا۔ حضرت نے خیریت دریافت کرتے ہوئے بیٹھنے کے لیے کہا: ہم لوگ آپ کے حکم پر بیٹھ گئے۔ چند ہی لمحوں کے بعد والد گرامی نے میرا ہاتھ پکڑ کر خدمتِ اقدس میں پیش کرتے ہوئے کہا: ''حضور! یہ غلام زادہ ''مجیب اشرف'' ہے' حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف) کا بھانجا ہے' اِس کے لیے علم و عمل اور برکت کی دعا فرما دیں''۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مجھ پر پہلا کرم اِس طرح فرمایا کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ! پھر حضرت نے میرے سر پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور خوب خوب دُعاؤں سے نوازا۔ انھیں دعاؤں میں سے ایک دُعا یہ بھی تھی:

''اللہ تعالیٰ اِس بچے کو عالم باعمل بنائے اور رزق واسع عطا فرمائے۔'' آمین۔

آپ کی زیارت و گفتگو اور دعاؤں سے میرے دل کی دنیا بدل گئی۔ کسی موقع سے اسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے میں نے یوں عرض کیا تھا ؎

تری نگاہ سے ملتا ہے نورِ قلب و نظر
کہ تو ہے ''نوری'' اور نوری میاں کا نورِ نظر

جب ہم وہاں سے گھر لوٹے تو میری لوحِ دل پر یہ کندہ تھا: ''میں بریلی شریف جا کر ہی اگلی تعلیم حاصل کروں گا اور وہیں حضرت کی خدمت بھی کروں گا''۔ میں نے دوسرے ہی روز والد گرامی سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ فرمایا: بیٹا! ''تم ابھی کم عمر ہو'

اتنی دور جانا مناسب نہیں"۔ میں نے ادباً خاموشی اختیار کرلی تاہم دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ "مجھے بریلی شریف جا کر ہی تعلیم (درس نظامی) کی تکمیل کرنی ہے" چنانچہ ۱۳۷۴ھ م ۱۹۵۵ء میں میری یہ دلی تمنا پوری ہوگئی یعنی میں حضور والا کے قائم کردہ "دارالعلوم مظہراسلام بریلی شریف" پہنچ ہی گیا۔ اور وہیں میں نے درس نظامی کی تکمیل کی۔

(۸) **عرض:** "درس نظامی" کی تکمیل کس سنہ میں ہوئی؟

(۸) **ارشاد:** ۱۳۷۸ھ م ۱۹۵۹ء میں۔

(۹) **عرض:** کس بزرگ نے آپ سے "بخاری شریف" کا امتحان لیا تھا؟

(۹) **ارشاد:** نہ صرف "بخاری شریف" بلکہ دورۂ حدیث کی جملہ منتہی کتب کا امتحان سرکار مفتی اعظم ہند اور سرکار محدث اعظم نے لیا تھا۔

(۱۰) **عرض:** کس تاریخ و سنہ میں آپ کی فراغت ہوئی؟

(۱۰) **ارشاد:** ۱۷ر شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ م ۲۶ر فروری ۱۹۵۹ء۔

(۱۱) **عرض:** فراغت کے موقع پر آپ کی عمر کتنی تھی؟

(۱۱) **ارشاد:** ۲۲ر سال۔

(۱۲) **عرض:** کیا عصر حاضر کے فارغین کی طرح آپ کو بھی جبہ و دستار اور سند سے نوازا گیا تھا؟

(۱۲) **ارشاد:** جی ہاں! میرے تو چالیس ساتھی تھے فراغت کے موقع پر سب کو جبہ و دستار اور سند سے نوازا گیا تھا۔

(۱۳) **عرض:** کیا اُس وقت آپ کے بزرگوں کی کوئی "خصوصی عنایت" بھی آپ پر ہوئی تھی؟

(۱۳) **ارشاد:** ارے کیا تم کُرید کُرید کر مجھ سے "خود ستائی" کرانا چاہتے ہو؟

(۱۴) **عرض:** نہ حضور! میں تو صرف بطور تحدیث نعمت "اظہار حقیقت" چاہتا ہوں۔ اور ویسے بھی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے تو بوقت ضرورت "اظہار حقیقت" کو "تحدیث نعمت" قرار دیا ہے۔ الملفوظ شریف میں یہ جملہ میں نے پڑھا تھا کہ "خود ستائی" جائز نہیں مگر بوقت حاجت "اظہار حقیقت" تحدیث نعمت ہے"۔

(۱۴) **ارشاد:** ٹھیک ہے۔ جب بات ''اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت'' کی ہے تو پھر سُن لیجیے! بے شک میرے بزرگوں کی مجھ پر بہت سی ''خصوصی عنایات'' ہیں تاہم فراغت کے موقع پر جہاں دارالعلوم کی جانب سے جملہ فارغین کے ہمراہ مجھے بھی جبہ و دستار و سند سے نوازا گیا تھا۔ وہیں مجھے خصوصی طور پر حضور سیدی مرشدی مفتیِ اعظم نے اپنی جانب سے بھی علاحدہ جبّہ و دستار سے سرفراز فرمایا تھا اور پھر کرم بالائے کرم یہ کہ دارالعلوم کی سند کے علاوہ اپنی خاص ''سند حدیث'' بھی مرحمت فرمائی تھی۔ اور حضور محدث اعظم علامہ سید شاہ محمد اشرفی الجیلانی نے میری سند پر بقلم خود یہ جملہ ''الحمد للہ المجید کہ حق'' بحق دار رسید'' تحریر فرما کر دستخط بھی فرمایا تھا۔

(۱۵) **عرض:** یہ تو حضور مفتیِ اعظم و حضور محدث اعظم علیہما الرحمۃ والرضوان کی ''خصوصی عنایات'' کا ذکر تھا۔ اگر آپ کے استاذ خاص حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی بھی کوئی ''عنایتِ خاص'' ہو تو اس کا بھی ذکر فرمادیں۔

(۱۵) **ارشاد:** ویسے آپ کی بھی بے شمار خصوصی عنایات ہیں۔ سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ میرے والد محترم کی اجازت سے' مجھے اپنے ہمراہ بریلی شریف لائے۔ اپنی نگرانی میں رکھا۔ میری ضروریات کی تکمیل فرمائی۔ دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا۔ نیز مجھے خصوصی تعلیم و تربیت سے سرفراز فرمایا۔ کس کس کا ذکر کروں؟ میرے متعلق یہاں تک فرمایا کرتے تھے:

''دنیا میں میرا ایک ہی ایسا شاگرد ''مجیب اشرف'' ہے جس نے اول تا آخر میرے پاس رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی ہے''۔

(۱۶) **عرض:** حضور! آپ نے ابھی ابھی فرمایا کہ میں نے دارالعلوم مظہر اسلام (بریلی شریف) میں تعلیم و تربیت حاصل کی اور حضرت شارح بخاری فرماتے ہیں کہ میرے پاس رہ کر' کیا مطلب؟

(۱۶) **ارشاد:** اِس کا مطلب یہ ہے کہ میرے دورِ طالب علمی میں حضرت استاذ گرامی'

مرکزی ''رضوی دارالافتا'' میں ''مفتی'' اور دارالعلوم مظہر اسلام میں ''مدرس'' کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے تھے اور یہ خادم جہاں دارالعلوم مظہر اسلام میں تعلیم حاصل کرتا وہیں روزانہ عصر سے مغرب کے درمیان، حضرت کے لکھے ہوئے فتوؤں کو حضور مفتی اعظم کی خدمت میں پڑھ کر سناتا اور ان کی تصحیح وتصدیق کے بعد رجسٹر میں نقل کرتا پھر ڈاک کے حوالے کرتا، گویا یہ میرے روزانہ کے معمولات تھے۔ اس طرح حضرت قبلہ، دونوں جگہ میری تعلیم وتربیت فرماتے تھے۔

(۱۷) **عرض:** آپ کے استاذ گرامی کو آپ کے شاگرد ہونے پر اتنا ناز کیوں تھا؟

(۱۷) **ارشاد:** وہ تو اللہ ورسول جانیں اور حضرت جانیں۔ ہاں! میں نے ''یک درگیر ومحکم گیر'' پر عمل کیا۔ میں نے کبھی اُنھیں نہیں چھوڑا تو انھوں نے بھی مجھے کہیں نہیں چھوڑا، اپنی زندگی میں ایک مرتبہ ایسا بھی موقع آیا کہ ۱۹۹۲ء کے عرس قاسمی (مارہرہ مطہرہ) میں یہ فقیر قادری حاضر ہوا تھا۔ نماز مغرب کے بعد، جب حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں قدم بوسی کے لیے پہنچا تو دیکھا کہ آپ کی مجلس میں حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ بھی موجود ہیں۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی اپنے پاس بلایا اور احسن العلماء سے میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: حضور! یہ ''مجیب اشرف'' حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی صاحب اور حضرت رئیس الاذکیا مولانا غلام یزدانی صاحب اعظمی کے حقیقی بھانجے ہیں اور میرے ایسے شاگرد ہیں کہ کل قیامت میں میرے رب نے اگر مجھ سے سوال فرمایا کہ شریف الحق! کیا لایا ہے؟ (یہ کہتے ہوئے حضرت رو پڑے پھر بھرّائی ہوئی آواز میں یوں فرمایا) تو عرض کردوں گا کہ ''مجیب اشرف'' کو لایا ہوں۔ یہ سُن کر حاضرین اور خود حضور احسن العلماء کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ نے اپنے آنسو پوچھتے ہوئے میرے سر اور سینے پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعاؤں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اُن تمام حضرات کی قبور مبارکہ کو نور سے بھر دے اور اُن کی امانتوں کا مجھے امین اور اہل بنائے۔ آمین۔ میں ان حضرات کی

عنایتوں پر جتنا ناز کروں، کم ہے۔

(۱۸)**عرض:** آپ کے چند مشہور اساتذہ وشیوخ کے اسمائے گرامی کا بھی ذکر فرمادیں۔

(۱۸) **ارشاد:** (۱)میرے بڑے ماموں، شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی

(۲)شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

(۳)صدر العلما حضرت علامہ محمد تحسین رضا خان بریلوی

(۴)شیخ المعقولات حضرت علامہ معین الدین اعظمی

(۵)محدث اعظم حضرت علامہ ثناء اللہ امجدی

(۶)استاذ العلما حضرت مولانا محمد سعید اعظمی

(۷)حضرت میاں جی محمد تقی (علیہم الرحمۃ والرضوان)۔

مجھے سب سے زیادہ اکتساب علم وفیض کا موقع حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ سے حاصل ہوا۔

(۱۹) **عرض:** فراغت کے بعد، آپ کی مصروفیات؟

(۱۹) **ارشاد:** میری فراغت کے بعد، ایسا ہوا کہ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد عبد الرشید صاحب علیہ الرحمہ بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور کی جانب سے حضور مفتیِ اعظم کے نام ایک خط آیا کہ جامعہ عربیہ کے لیے ایک ایسے قابل ولائق، عالم دین کی ضرورت ہے جو "نائب شیخ الحدیث" کے عہدے پر فائز ہو سکے۔ چنانچہ مرشد گرامی اور استاذ گرامی حضرت شارح بخاری علیہما الرحمہ دونوں بزرگوں نے مذکورہ عُہدے کے لیے مجھ فقیر کا انتخاب فرمایا اور امین شریعت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ (جو اُس وقت، جامعہ عربیہ کے مہتمم تھے) کے ہمراہ مجھے اپنی دعاؤں سے نوازتے ہوئے پہلی مرتبہ ۱۳۷۸ھ م ۱۹۵۹ء میں، اشاعت علم دین اور خدمت سنیت کے لیے ناگپور روانہ فرمایا۔ جب ہم لوگ جامعہ عربیہ ناگپور پہنچے اور حضرت مفتی صاحب قبلہ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میری کم عمری کی بنیاد پر اپنے ادارے کی بجائے اسی کی ایک شاخ (کامٹی ضلع ناگپور) میں "صدر مدرس" کی حیثیت سے میرا تقرر فرمادیا۔

چنانچہ میں اُسی ادارے میں تقریباً ۲ رسال تک تعلیم دیتا رہا، چونکہ وہاں اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا، اس لیے میں مستعفی ہوکر ناگ پور آگیا۔

(۲۰) **عرض:** ناگ پور آنے کے بعد؟

(۲۰) **ارشاد:** جس دن، میں ناگپور آیا (کامٹی سے مستعفی ہوکر) میری خوش نصیبی کہیے کہ اُسی دن حضور مفتی اعظم بھی ناگپور تشریف لائے۔ آپ کا قیام جامعہ عربیہ میں تھا۔ میں بعد نماز عشا سلام و قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ ابھی میرے حالات اور مصروفیات سے متعلق گفتگو جاری تھی، رات کے تقریباً ۱۱ ربج رہے تھے۔ کچھی مسجد کے متولی جناب عبدالستار صاحب، حضرت والا کی خدمت میں آئے اور سلام و مصافحہ کے بعد کہنے لگے کہ ''حضور! ہم کو فوراً ایک اچھے امام کی ضرورت ہے''۔ میں حضرت کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''یہ امام اگر آپ کو اچھے لگتے ہیں تو ان کو لے جائیے'' ان شاء اللہ تعالیٰ یہ اچھے ثابت ہوں گے۔ اس طرح حضرت والا نے کچھی مسجد میں میرا تقرر فرمایا۔ پھر چند مہینے گزرنے کے بعد، خود فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے مجھے طلب فرمایا اور اپنے جامعہ کے منصب ''نائب شیخ الحدیث'' پر فائز فرمایا۔

(۲۱) **عرض:** آپ کی ''پہلی تقریر'' کب اور کہاں ہوئی تھی؟

(۲۱) **ارشاد:** جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا کہ کچھی مسجد کے متولی صاحب کی طلب پر جب حضرت نے منصب امامت پر میرا تقرر فرمایا تو انھوں نے برجستہ کہا: کیا یہ تقریر کرلیں گے؟ حضرت نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا؟ میں نے عرض کی ''میں تو تقریر نہیں کر پاؤں گا''۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ''جمعہ کے روز تھوڑا تھوڑا بیان کرنا شروع کر دیجیے، ان شاء اللہ تقریر کرنا آجائے گا''۔ یہ سننے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اب میں ان شاء اللہ تعالیٰ تقریر کرلوں گا۔ حسن اتفاق کہیے کہ دوسرے ہی دن جمعہ تھا، نماز جمعہ سے پہلے آج مجھے پہلی مرتبہ خطاب کرنا تھا جب میں نے تقریر شروع کی تو

ایسا لگا کہ میری پشت پر کسی تسلّی دینے والے کا ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ میں نے پندرہ منٹ تک تقریر کی مجھے کوئی جھجک بھی محسوس نہیں ہوئی۔ الحمدللہ حاضرین نے بھی پسند کیا۔ اس طرح کچھی مسجد (ناگپور) میں یہ میری پہلی تقریر ہوئی۔

(۲۲) **عرض:** کیا حضرت قبلہ بھی وہاں موجود تھے؟

(۲۲) **ارشاد:** نہیں۔

(۲۳) **عرض:** تو پھر حضرت قبلہ کے سامنے آپ کی پہلی تقریر کب اور کہاں ہوئی تھی؟

(۲۳) **ارشاد:** مجھے ''کچھی مسجد'' میں امامت وخطابت کرتے ہوئے ایک سال گزر چکا تھا۔ حضرت مرشد گرامی ۱۹۶۲ء میں دوبارہ ناگپور تشریف لائے تو اِسی مسجد مذکور کے متولی صاحب نے پھر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر دعوت دی کہ حضور! کل جمعہ ہے، نماز جمعہ کے لیے ہماری مسجد میں تشریف لائیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ دوسرے دن بارہ بجے ہی سے لوگ مسجد میں جمع ہونے لگے۔ پوری مسجد کھچا کھچ بھر گئی۔ وقت مقررہ پر حضرت والا کی اجازت و دعا سے میں نے ''اولیاے کرام کی عظمت وفضیلت'' کے عنوان پر بیان کیا۔ اِس طرح یہ پہلی مرتبہ حضرت کے سامنے آدھے گھنٹے تک تقریر کرنے کا اشرف کو شرف حاصل ہوا۔

(۲۴) **عرض:** جی! حضور والا نے یہ پہلی تقریر سُن کر کیا فرمایا؟

(۲۴) **ارشاد:** دورانِ تقریر ہی ایک جملے پر گرفت فرمائی پھر فوراً اصلاح بھی فرمادی۔ میری زبان سے یہ جملہ نکلا تھا کہ ''ولی بننا آسان نہیں اس کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں''۔ فرمایا' ایسا نہیں بلکہ یوں کہیے کہ ''ولی ہونا آسان نہیں ہے یہ منصب ولایت محض عطاے الٰہی سے حاصل ہوتا ہے''۔ خیر! جوں توں کر کے تقریر تو ہوگئی۔ تاہم جب رات میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مزید قیمتی ہدایات سے سرفراز فرمایا۔ اسی موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ اولیاء اللہ کی طاقت وقدرت پر قرآن وحدیث کی کوئی دلیل پیش کر دیے ہوتے پھر خود ہی چند دلائل بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ قرآنی آیات کو

بطور دلیل پیش کرتے رہیے اس کے بہت خوش گوار نتائج برآمد ہوں گے، چنانچہ فقیر اسی حکم کے پیش نظر عموماً دوران خطاب، آیات قرآنی کی تلاوت کرتے ہوئے مضامین کو کبھی عبارۃ النص تو کبھی اشارۃ النص اور کبھی دلالۃ النص تو کبھی اقتضاء النص سے ثابت کرتا رہتا ہے۔

(۲۵) **عرض:** یہ تو جمعہ کا خطاب تھا، کیا حضرت قبلہ کی موجودگی میں کبھی، کسی بڑے مجمع سے بھی خطاب کرنے کا موقع ملا تھا؟

(۲۵) **ارشاد:** جی ہاں! کئی مرتبہ۔

(۲۶) **عرض:** کوئی ایک واقعہ؟

(۲۶) **ارشاد:** ۱۹۷۲ء میں، تمھارے حیدر آباد کی تاریخی ''مکہ مسجد'' کے اندر ایک تاریخی جلسہ ہوا تھا۔ اخباری رپورٹ کے مطابق اُس جلسہ میں تقریباً اسّی ہزار لوگوں کا مجمع تھا۔ مقامی اور بیرونی علما نے تقریریں کیں۔ مجھے بھی آدھے گھنٹے کا وقت دیا گیا تھا۔ میں نے بھی آیت قرآنی ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' کو اپنا عنوان سخن بنا کر تقریر کی۔ بحمدہٖ تعالیٰ علما و عوام دونوں نے بہت پسند کیا۔ جلسہ کے بعد قیام گاہ پر جب میں حضرت کے پاؤں دبا رہا تھا، فرمانے لگے: ''ماشاء اللہ! آپ نے بہت اچھی تقریر کی''۔ ہاں! اگر لفظ ''مِثْلُکُمْ'' کی مناسبت سے حضرت محمود غزنوی علیہ الرحمہ اور چار چوروں والا واقعہ بھی بیان کر دیتے تو آپ کے بیان میں اور زور پیدا ہو جاتا۔'' میں نے عرض کی حضور! وہ کونسا واقعہ؟ تو آپ نے وہ پورا واقعہ مجھے سنایا۔ اِس طرح ایک بڑے مجمع سے خطاب کرنے پر رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

(۲۷) **عرض:** تو پھر وہ واقعہ مجھے بھی سنا دیجیے!

(۲۷) **ارشاد:** مجھے معلوم تھا تم ضرور یہ بولو گے کہ ''وہ واقعہ مجھے بھی سنا دیجیے!''۔ وہ واقعہ میں نے اپنی کتاب ''تابشِ انوارِ مفتیِ اعظم'' میں تحریر کر دیا ہے۔ وہیں پڑھ لیجیے!

(۲۸) **عرض:** اندرون ملک میں تو تقریباً سال بھر مختلف صوبوں اور علاقوں کا تبلیغی سفر

فرماتے ہوئے لوگوں میں علم وفضل واصلاح کے گوہر تقسیم فرماتے ہی رہتے ہیں۔ ملکی دوروں کے بارے میں نہ سہی کم ازکم یہ بتائیے کہ بیرونی ممالک میں ''زیارتی اور تبلیغی اسفار'' اب تک کہاں کہاں فرما چکے ہیں؟

(۲۸) **ارشاد:** یہ سب خدا کا فضل ہے اور میرے پیر کا فیضان۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

(۲۹) **عرض:** حضور! گستاخی معاف! غالباً اسی کو ''تجاہل عارفانہ'' کہتے ہیں؟۔۔۔اگر اس کا ''اظہار'' مناسب نہیں اور ''اخفا'' ہی بہتر ہے تو میں اس پر ''مدّ لازم'' نہیں بلکہ ''وقف لازم'' کردوں گا۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک مقام پر پڑھا تھا کہ آپ نے مختلف ممالک کے ''زیارتی اور تبلیغی دورے'' فرمائے ہیں مثلاً عرب شریف (حجاز مقدس)، مصر، ایران، عراق، نیپال، سری لنکا، پاکستان، برطانیہ، دُبئی، ساؤتھ افریقہ، ملاوی، زامبیا، موزمبیک، ٹپیٹیو اور سوازی لینڈ وغیرہ۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۲۹) **ارشاد:** جب کوئی کسی کا تعاقب کرتا ہے تو ایسے موقع پر اردو میں ایک محاورہ بولا جاتا ہے کہ یہ تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گیا ہے۔ مگر تمھارے بارے میں یہ کہنا پڑے گا کہ تم ہاتھ دھو کر نہیں بلکہ وضو یا غسل کر کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ ''سکتے'' پہ سکتے کیے جارہے ہو! ''وقف'' یا ''قطع'' کا نام تک نہیں لیتے۔

ارے ہاں بھائی! جب احباب کا اصرار بڑھتا ہے اور اسباب بنتے ہیں تو ملک تو ملک، بیرون ملک بھی جانا پڑتا ہے۔ اُن احباب اہل سنت کی دل جوئی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی کسی ادارے کا بھلا بھی ہو جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ دارالعلوم انوار رضا (نوساری) میں ایک علم دوست، مخلص وہمدرد جناب فیضل بھائی صاحب ملاوی، افریقہ (اللہ تعالیٰ انھیں دونوں جہاں میں آباد رکھے۔ آمین) نے اپنی جانب سے زر کثیر (اِیْ کْ، کْ، رُ وٗ، ڑْ، رُ وٗ پْ ے) خرچ کر کے **''اشرف الفقہا ٹاور''** فقیر کے نام سے ایک مثالی بلڈنگ تعمیر کر دی۔

اب آپ ہی بتائیے کہ ایک ادارے کا اتنا بڑا تعمیری کام بیرون ملک جانے

ہی سے ہوانا؟ جن ممالک کا آپ نے ذکر کیا ہے الحمدللہ! میں اُن تمام ممالک کا دورہ کر چکا ہوں۔ دین وسنیت کی خدمت کے لیے میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر یعنی ملک و بیرون ملک جاتا آتا رہا مگر ؂

بفیضِ مفتیِ اعظم ہوں اشرف رضوی
خدا کا شکر کہ بھٹکا نہ میں اِدھر سے اُدھر

(۳۰) **عرض:** حضور! بیرونی ممالک میں تو ''اُردو زبان'' نہیں بولی جاتی ہوگی بلکہ وہاں کے لوگ اپنے ملک کی زبان بولتے ہوں گے؟ پھر آپ کس زبان میں تقریر فرماتے؟

(۳۰) **ارشاد:** بیرونی ممالک میں عموماً ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی مسلمان موجود ہیں۔ وہاں ''پروگرام'' یہاں ہندوستان کی طرح سڑکوں، گلی کوچوں اور میدانوں میں نہیں ہوتا بلکہ مساجد یا آڈیٹوریم میں ہوتا ہے۔ جہاں پروگرام کرنا طے ہوتا ہے، لوگوں میں قبل از وقت اُس کی تاریخ اور جلسہ گاہ کا اعلان کردیا جاتا ہے۔ یہ اُردو داں طبقہ وہاں جمع ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی وہاں کے باشندے بھی جلسے میں آجاتے ہیں تو میں اُن کی رعایت کرتے ہوئے تھوڑی بہت انگلش بول لیتا ہوں۔

(۳۱) **عرض:** حضور! آپ کے دعوتی دوروں کی کثرت کو دیکھ کر یہ کہنا مشکل ہے کہ آپ ''مسافر'' کب بنتے ہیں؟ اور ''مقیم'' کب؟ کبھی ملکی دورے تو کبھی غیر ملکی، اور ملکی دورے بھی مختلف علاقوں اور صوبوں کے ہوتے رہتے ہیں، صبح کہیں، شام کہیں، دن کہیں، رات کہیں، اور پھر اس کے علاوہ، مختلف مقامات کی آب وہوا اور علاحدہ علاحدہ غذا، اس پر طرفہ یہ کہ وقت، بے وقت کی نیند اور بیداری، الغرض معمولاتِ زندگی بہر حال متاثر پھر عمر شریف چوراسی سال، اِن سب کے باوجود حیرت کی بات یہ کہ مکمل خطاب پُر مغز اور پُر جوش ہوتا ہے۔ لیکن آپ کی آواز نہیں بیٹھتی؟

(۳۱) **ارشاد:** بہت پہلے کی بات ہے۔ میرے گلے میں اکثر تکلیف رہا کرتی تھی۔ کبھی کیلا کھالیا یا ٹھنڈا پانی پی لیا یا کوئی بھی ٹھنڈی چیز استعمال کی تو گلے کے غدود بڑھ

جاتے تھے ۔گلے کے ڈاکٹروں کو بتایا 'انھوں نے آپریشن کا مشورہ دیا مگر ڈاکٹر جین (ہارٹ اسپیشلسٹ) نے مجھے آپریشن سے منع کر دیا 'ابھی میں اسی کشمکش و پنج میں تھا کہ کیا کروں؟ ایسا لگتا ہے کہ "وقت شفا" آچکا تھا مگر اس کی شکل یوں بنی کہ ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم امجدیہ ناگپور کی نئی بلڈنگ کے افتتاح کے لیے حضور مفتیِ اعظم اپنی علالت کے باوجود ناگپور تشریف لائے (ناگپور کا یہی آخری دورہ ہے) آپ کا قیام' جناب الحاج عبد الستار صاحب (مالک جنتا گلاس اسٹور) کے مکان پر تھا ۔نماز ظہر ادا کرنے کے لیے حضرت قبلہ اپنی مسند سے اٹھے'اِس خادم نے آنگن تک پہنچانے کی خدمت انجام دی ۔آپ نے بڑے اطمینان سے وضو فرمایا ۔بعد وضو کھڑے ہو کر خلاف توقع 'فقیر سے مصافحہ ومعانقہ فرمایا پھر اپنے سیدھے ہاتھ کو میرے گلے کی دائیں اور بائیں جانب پھیرتے ہوئے کچھ پڑھ کر دم فرمایا ۔الحمدللہ! اس روز سے آج تک گلے میں کوئی تکلیف نہیں ۔ ۱۹۷۹ء سے ۲۰۱۹ء تک تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا میں جوانی سے بڑھاپے کو پہنچ گیا' میرے رب کریم نے مرشد گرامی کی دُعا اور ان کے دست مبارک کے مسح سے مجھے مکمل شفا عطا فرمادی ۔اب میں کیلا بھی کھاتا ہوں ۔ٹھنڈا پانی بھی پیتا ہوں ۔ملک و بیرون ملک' شہر و دیہات ہر جگہ آتا جاتا بھی رہتا ہوں مگر الحمدللہ آواز نہیں بیٹھتی ۔هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ' بِحُرْمَۃِ سَیِّدِیْ وَمُرْشِدِیْ ۔یہ سب میرے رب کا فضل ہے' میرے پیر کا صدقہ ہے ۔

خیال رہے کہ میں نے کبھی اپنے گلے کی تکلیف کے بارے میں حضرت والا کو بتایا بھی نہیں تھا پھر بھی آپ کو پتہ چل گیا' میں تو صاف کہتا ہوں کہ یہ حضرت کا "کشف صادق" تھا ۔"پیر کامل" ایسے ہی ہوتے ہیں جو خاموشی سے ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرتے ہی رہتے ہیں ۔کبھی اس کا اظہار ہوتا ہے (جیسا کہ میرے ساتھ ہوا) اور کبھی نہیں ہوتا ۔ویسے بھی مریدین و معتقدین بہر حال اپنے "پیر کامل" کی غائبانہ دعاؤں میں ضرور شامل رہتے ہیں ۔میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ "سچا مرید" جو اپنے "پیر کی مراد" بننے کی کوشش کرتے رہتا ہے وہ ان شاءاللہ تعالیٰ

کبھی محروم نہیں رہتا۔ ''پیر کی مراد'' بننے کا اصل نسخہ یہ ہے کہ ''مرید'' اپنے ''پیر کامل'' (جس کے پاس شریعت مصطفیٰ کی سند ہو یعنی شرعی پیر ہو) کے نقش قدم پر چلتا رہے۔ اس کی رہنمائی و ہدایات پر عمل کرتا رہے۔ دین وسنیت، مساجد و مدارس اور علما و صلحا نیز حاجت مندوں کی بے لوث اور حسب استطاعت خدمت کرتا رہے تاکہ اس کے پیر کی دلی دعائیں اسے نصیب ہوں۔ تمھارا سوال بھی بڑا لمبا چوڑا تھا اور میرا جواب بھی کچھ طویل ہو گیا ہے۔ اب بات ختم کریں؟

(۳۲) **عرض:** جی حضور! ایک منٹ! تقریر و خطابت سے متعلق ایک آخری سوال باقی رہ گیا ہے اس کا بھی جواب عنایت فرمادیں: کیا آپ کی تقریر کا ہدیہ متعین ہے؟

(۳۲) **ارشاد:** میرا کوئی ہدیہ وَدْیہ متعین نہیں بھائی! میں پیشہ ور مقرر نہیں ہوں۔ میں نے آج تک کبھی ''نذرانہ'' یا ''ہدیہ'' طے نہیں کیا ہے۔ آپ ''تعین'' کی بات کر رہے ہیں؟ ارے جناب! بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگوں نے دعوت دی، شاندار ڈیکوریشن تھا، شاندار مجمع تھا اور شاندار جلسہ بھی ہوا۔ جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو ان دعوت دینے والے شاندار بندوں نے ''ہدیہ'' نہیں دیا کوئی بات نہیں۔ ٹکٹ یا ٹکٹ کے اخراجات تک نہیں دیے۔ مجھے ٹرین میں لا کر بٹھا دیا گیا۔ میں اسی انتظار میں تھا کہ ٹکٹ اب دیں گے، اب دیں گے یہاں تک کہ ٹرین اسٹیشن سے روانہ ہوگئی۔ یہ تو ہماری قسمت اچھی تھی کہ اُس دن ہمارے ڈبّے (بوگی) میں کوئی ٹی ٹی نہیں آیا۔ سوچو! اگر وہ آجاتا اور ہم سے ٹکٹ طلب کرتا تو ہمارا کیا حال ہوتا؟

ایک اور مقام پر ایسا بھی ہوا کہ ایک صاحب نے فون پر مجھے تقریر کی دعوت دی اور کہا کہ حضرت! وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بہتر ہے کہ آپ ہمارے جلسے میں ہوائی جہاز سے تشریف لائیں! یہاں آنے کے بعد ٹکٹ کے اخراجات ادا کر دوں گا، جب میں وہاں (ہوائی جہاز سے) پہنچا، الحمدللہ! شاندار جلسہ ہوا، تاہم داعی پر اتنا خوف خدا طاری ہوا کہ وہ روپوش ہو گئے۔ نہ انھوں نے آج تک وہ رقم ادا کی اور نہ ہی

میں نے اُن سے طلب کی۔ میں یہ کوئی شکایتیں نہیں کر رہا ہوں۔ یہاں تو بس ایک ہی مقصد ہوتا ہے کسی طرح اس خادم سے بھی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ترویج واشاعت کا کچھ کام ہو جائے اور یہ خدمت قبول ہو جائے۔ بس ہے۔

تنبیہ: اب آپ یہ سوال نہ فرمائیے گا کہ وہ کونسے مقامات تھے اور داعی صاحبان کون تھے؟

(۳۳) **عرض:** کس ذات گرامی سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے؟ نیز کہاں کہاں سے خلافتیں اور اجازتیں عطا ہوئی ہیں؟

(۳۳) **ارشاد:** تاج دار اہل سنت' شہزادۂ اعلیٰ حضرت' آقائے نعمت حضور مفتیِ اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمہ سے اِس فقیر اشرف نے (مؤرخہ ۲۴ر صفر المظفر ۱۳۷۵ھ م ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء بمقام بریلی شریف) بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا۔ پھر اُسی روز حضور والا نے بعد نماز عشا' استاذ گرامی حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ اور مجھ فقیر کو ایک ساتھ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی تعویذات واعمال اور نقوش کی تحریری اجازت' عنایت فرمائی۔

رہی بات خلافت واجازت کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فخر وتعلّی اور خود ستائی وریا کاری سے بچائے۔ آمین۔ چونکہ تم نے ''حقیقت بیانی'' کے لیے سوال کیا ہے' اِس لیے ''تحدیث نعمت'' کے طور پر بیان کر دیتا ہوں۔ ۱۹۶۲ء میں میرے مرشد گرامی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ناگپور میں اور ۲۰۰۱ء میں شیخ طریقت حضرت علامہ فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ میں اور ۱۹۹۴ء میں میرے استاذ گرامی شارح بخاری علیہ الرحمہ نے مجھے خلافت واجازت سے نوازا ہے۔

اِسی طرح شیخ الشیوخ حضرت پیر سید شاہ علاء الدین طاہر گیلانی بغدادی اور فضیلۃ الشیخ حضرت سید شاہ محمد یوسف گیلانی بغدادی (علیہما الرحمہ) نے بھی خلافت واجازت سے نوازا ہے۔ الحمد للہ! اِن کے علاوہ بھی برکاتی خلافت واجازات حاصل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام سادات ومشائخ کرام کے فیوض وبرکات سے مجھے'

میرے اہل خانہ اور جملہ تلامذہ وخلفاومریدین وجمیع سنی مسلمین کو سرفراز فرمائے۔آمین

(۳۴) **عرض:** ابھی ابھی آپ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ پیر طاہر گیلانی اور حضرت قبلہ پیر یوسف گیلانی علیہما الرحمہ دونوں قادری بزرگوں نے بھی خلافت واجازت سے نوازا تھا۔ کیا دونوں نے ایک ہی مقام پر،ایک ہی تاریخ میں مذکورہ نعمتوں سے نوازا تھا؟

(۳۴) **ارشاد:** نہیں تو! حضرت قبلہ طاہر گیلانی قدس سرہٗ نے کراچی (پاکستان) میں اور حضرت قبلہ یوسف گیلانی علیہ الرحمہ نے بغداد شریف (عراق) میں۔

(۳۵) **عرض:** یہ کس سنہ کی بات تھی؟ قدرے وضاحت فرمادیں۔

(۳۵) **ارشاد:** ۱۹۸۳ء کی بات ہے۔ یہ گدائے قادری تقریباً ڈھائی مہینے تک پاکستان کے اولیاے کرام کی بارگاہوں میں حاضری کا شرف حاصل کرتا رہا۔اُسی موقع پر ایک دن مجھے بتایا گیا کہ ''شہزادۂ حضور غوث اعظم حضرت سید شاہ پیر علاء الدین طاہر گیلانی صاحب کراچی میں تشریف فرما ہیں'' چنانچہ جمعہ کے دن' بعد نماز عصر' ساحل سمندر پر واقع ''کلفٹن بنگلے'' میں حضرت والا سے میں اور میرے احباب کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔سلام ومصافحہ کے بعد' ہماری ضیافت کی گئی۔ پھر آپ نے مجھے اپنے قریب بلا کر بٹھالیا۔ویسے آپ کی زبان تو عربی ہے تاہم اردو بھی کچھ بول لیتے ہیں۔ چنانچہ مجھ سے فرمایا: ''تم لوگ کہاں سے آیا ہے''؟ میں نے عرض کی ''یہ حضرات یہیں کراچی کے رہنے والے ہیں اور میں ہندوستان سے آیا ہوں۔لفظ ہندوستان سنتے ہی فرمایا: ''ہندوستان میں ایک شہر ''بریلی'' ہے۔تو بریلی کو جانتا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: ''تو جہاں رہتا ہے وہاں سے بریلی کتنا دور ہے؟ عرض کی: تقریباً آٹھ سو کلو میٹر۔فرمایا: وہاں شیخ احمد رضا کا لڑکا شیخ مصطفےٰ رضا رہتا ہے' تو اُس کو جانتا ہے؟ عرض کی: جی!'' وہ میرے شیخ طریقت ہیں اور میں اُن کا مرید''۔فرمایا: تو مصطفےٰ رضا کا مرید ہے؟'' **ماشاء اللہ! وہ بڑی شان کا عالم اور شیخ ہے۔ہمارا دادا شیخ عبدالقادر (غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مصطفےٰ رضا اور اُس کا والد شیخ احمد رضا کو بہت دیا'**

جتنا ہم کو نہیں دیا' اُن کو دیا۔ ہندی مسلمان اُس کا قدر نہیں جانتا ہے۔ مصطفےٰ رضا اور اُس کا والد شیخ احمد رضا بہت بڑا آدمی ہے۔'' آپ کی گفتگو مکمل ہونے کے بعد میں نے عرض کی: حضور! اِس غلام کو تبرکاً سلسلۂ عالیہ قادریہ کی خلافت واجازت سے نوازیے! فرمایا: ''تمھارا شیخ نے تم کو اجازت نہیں دی ہے''؟ عرض کی: الحمدللہ! مجھے میرے شیخ نے اجازت دی ہے۔ فرمایا: ''بس کافی ہے' میں تم کو سلسلۂ شاذلیہ کی اجازت دیتا ہے۔'' یہ کہہ کر اپنا دستِ کرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا بلاشبہ میں نے آپ کے مبارک ہاتھوں کی ٹھنڈک کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا۔ اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر ''سلسلۂ عالیہ شاذلیہ'' کی خلافت واجازت سے نوازا۔

اس کے بعد پھر ایک عرصہ گزرا۔ جب دوسری مرتبہ ۱۹۹۹ء میں یہ گدائے قادری بغداد شریف حاضر ہوا تو اُس وقت ۹۵ر سالہ عمر رسیدہ بزرگ نقیب الاشراف حضرت سیدنا شیخ سید یوسف گیلانی صاحب قبلہ (سجادہ نشین بارگاہِ حضور غوث اعظم) سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت میرے ساتھ تمھارے بڑے بھائی عزیزم حضرت مولانا غلام مصطفےٰ صاحب برکاتی نیز چند احباب اور بھی تھے۔ سلام ومصافحہ کے بعد آپ علیہ الرحمہ نے بھی بڑی محبت وشفقت سے ہمیں اپنے پاس بٹھایا۔ چائے پانی سے ہماری ضیافت فرمائی۔ اِس فقیر نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے دعاؤں کی درخواست کی۔ آپ نے دیر تک ہمارے لیے دعائیں فرمائیں۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ ''تم کس سلسلے کا مُرید ہے؟'' میں نے عرض کی: سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بزرگ حضرت شیخ مصطفےٰ رضا خان ابن شیخ احمد رضا خان علیہما الرحمۃ والرضوان سے مجھے بیعت وارادت حاصل ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت نقیب الاشراف علیہ الرحمہ کی نشست تبدیل ہوگئی اور فرمایا: ''شیخ مصطفےٰ رضا اور اس کا والد شیخ احمد رضا دونوں بہت بڑا عالم اور شیخ تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر ہمارا دادا سے دونوں کو بہت فیض ملا۔ اِتنا ملا کہ ہم کو بھی اُتنا نہیں ملا''۔

یہ فرمانے کے بعد آپ نے اپنا شجرہ منگوایا اُس پر میرا نام تحریر فرماتے ہوئے

''سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت'' سے سرفراز فرمایا پھر فرمایا کہ **''یہ عظیم امانت ہے اس کی حفاظت کرنا۔''** اس کے بعد میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر دعائیں فرمائیں۔ بعدہٗ ایک ہرے رنگ کی چادر (جس کے کنارے پر سُرخ رنگ کا حاشیہ تھا) مجھے عطا فرمائی۔ ساتھ ہی اُس چادر کی اہمیت کو یوں اُجاگر فرمایا کہ **''یہ حضرت شیخنا عبد القادر غوث اعظم** رضی اللہ عنہ **کی تُربت کا غلاف (چادر) ہے۔''** پھر دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا اس طرح دونوں خلافتوں کے درمیان تقریباً ۱۶ رسال کا وقفہ ہے۔

ع یہ سب تمھارا کرم ہے مُرشدؔ کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

(۳۶) **عرض:** آپ نے کسی موقع سے فرمایا تھا ''میری یہ انگلی کار کے دروازے میں دب گئی تھی۔۔۔۔۔'' وہ واقعہ ایک مرتبہ اور سنا دیجیے!

(۳۶) **ارشاد:** ۱۹۶۸ء کی بات ہے: صوبہ مدھیہ پردیش کے شہر ''درگ'' میں حضرت مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی صدارت میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد تھی۔ یہ خادم بھی ہمراہ تھا۔ بعد عشا ایک دعوتِ طعام سے فارغ ہو کر ہم سب جناب منشی رضا علی صاحب کی کار میں واپس ہوئے۔ گاڑی قیام گاہ کے سامنے رُکی۔ حضرت والا اُتر کر اندر تشریف لے گئے۔ میں اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کار کے پاس کھڑے گفتگو کر رہے تھے میرا ہاتھ کھلے ہوئے دروازے کے کنارے پر تھا۔ اُدھر سے ڈرائیور آیا' بے خیالی میں اُس نے زور سے دروازہ بند کر دیا۔ میری انگلی دروازے میں بُری طرح دب گئی۔ میرے منھ سے چیخ نکل گئی۔ مجھے چکر آ گیا۔ اگر مولانا مجھے سہارا نہ دیتے تو میں زمین پر گر جاتا۔ ڈرائیور نے دروازہ تو کھول دیا مگر درد کی وجہ سے میں وہیں بیٹھ گیا۔ اُسی وقت ایک شخص نے آ کر کہا ''مولانا مجیب اشرف صاحب کو حضرت فوراً بلا رہے ہیں۔'' مولانا ئے موصوف مجھے لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی حضور! ان کی انگلی' کار کے دروازے میں دب گئی ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ''۔ فرمایا: اپنا ہاتھ بڑھائیے! پھر حضرت اپنے انگوٹھے اور

شہادت کی انگلی سے میری زخمی انگلی کو پکڑ کر آیت کریمہ ''اَمْ اَبْرَمُوْآ اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ'' پڑھ پڑھ کر دم کرنے لگے۔ باذنہٖ تعالیٰ چند ہی منٹوں میں نہ صرف درد و سوزش ختم بلکہ خون بہنا بھی بند ہوگیا۔ رات کو آرام سے سویا۔ صبح دیکھا تو زخم بھی مندمل ہوگیا تھا۔ جب کہ تقریباً آدھی انگلی بھی کٹ گئی تھی۔ تاہم کلام الٰہی اور زبان مرشدی کی تاثیر سے انگلی بالکل درست ہوگئی۔ البتہ نشان ابھی تک باقی ہے۔ اس نشان کو میں ''نشانِ کرامتِ مرشد'' سے تعبیر کرتا ہوں۔

(۳۷) **عرض:** اسی طرح اگر آپ کی زندگی کا کوئی ''خطرناک واقعہ'' ہو تو وہ بھی سنا دیجیے۔

(۳۷) **ارشاد:** تم بڑے چُن چُن کر سوال کر رہے ہو۔ ابھی ابھی ''دردناک واقعہ'' سن لیا۔ پھر ''خطرناک واقعے'' کا سوال کر رہے ہو' کہیں اس کے بعد ''افسوس ناک واقعہ'' تو نہیں پوچھو گے نا؟

(۳۸) **عرض:** حضور! میں تو پہلے ہی سے آپ کے ''کشف صادق'' کا معترف ہوں۔ یہ دونوں واقعات بھی سنا دیں۔ بڑی نوازش ہوگی۔

(۳۸) **ارشاد:** ۱۹۵۷ء کی بات ہے میرا دورِ طالب علمی تھا۔ بریلی شریف کے ایک ہندی اخبار ''امرت بازار پتریکا'' کے ایڈیٹر نے ''توہین رسالت'' پر مشتمل ایک مضمون شائع کیا جس سے مسلمانوں کے اندر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ''انجمن حزب الرضا'' دارالعلوم مظہر اسلام بریلی (جس کا مجھے جنرل سیکریٹری بنایا گیا تھا) کے زیر اہتمام' شہر میں کئی احتجاجی جلسے ہو رہے تھے۔ دو دن تک شہر کے حساس علاقوں میں سخت کرفیو بھی لگایا گیا تھا۔ مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان بھی ہوا تھا۔ جمعہ کے دن محلہ ''ذخیرہ'' کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ احتجاجی جلسے سے استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ مخاطب تھے' کسی نے آکر بتایا کہ ''شہر میں فساد ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی دُکانوں کو لُوٹا اور جلایا جا رہا ہے''۔ یہ سنتے ہی سارا مجمع ''نعرۂ تکبیر'' بلند کرتا ہوا مسجد سے باہر نکلا۔ اتنی دیر میں پولیس فورس آگئی۔ مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے مارنا

شروع کیا۔کئی مسلمان زخمی بھی ہو گئے ۔اور مجمع منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس چھوڑا۔ سب لوگ دوڑنے لگے ۔میں بھی دوڑنے لگا۔آخر بلوائیوں نے مجھے پکڑ لیا' پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا: ''اعلیٰ حضرت' محلہ سوداگران''۔انھوں نے میرا چشمہ' گھڑی اور بیس روپے چھین کر یہ کہتے ہوئے مجھے چھوڑ دیا کہ جاؤ! بڑے مولانا صاحب کے پاس جارہے ہو'اِس لیے چھوڑ رہے ہیں ورنہ ہم تمھیں جان سے مارڈالتے''۔

جب انھوں نے مجھے چھوڑ دیا تو میں وہاں سے بھاگتے ہوئے سیدھے سرکار مفتیِ اعظم کے مکان پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی بیٹھک میں ایک ضخیم کتاب کے مطالعے میں مصروف ہیں ۔لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ° کا جلوہ نظر آرہا ہے' جیسے ہی حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ° آپ اِس آفت میں کیسے آئے؟ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے''۔(یہ دُعا بظاہر اُس وقت ہوئی تھی مگر اس کی برکتیں آج تک شامل حال ہیں ۔خدا کرے ہمیشہ قائم رہیں۔) اُس دن' عشا تک حضرت ہی کے پاس رہا۔پھر آپ نے مجھے بعد عشا کھانا کھلایا اور پہنچانے کے لیے روڈ تک تشریف لائے ۔اُدھر سے دو پولیس والے رائفل لیے ہوئے ہماری طرف تیزی سے آنے لگے ۔جب انھوں نے حضرت کو دیکھا' تو سہم گئے ۔آپ نے اُن سے فرمایا: ''اِس بچے کو حفاظت کے ساتھ ملوک پور کی مسجد میں پہنچادو''۔پھر آپ نے مجھے ''فی امان اللہ'' کہہ کر رخصت کردیا۔ یہ دونوں پولیس والے گویا میرے باڈی گارڈ بن کر مجھے اپنے ساتھ لے چلے اور رات کے تقریباً ۹ بجے مسجد میں پہنچا کر واپس ہو گئے۔

راستے میں مجھے یہ خیال آیا کہ حضرت نے مجھے اپنے پاس کیوں نہیں روک لیا؟ دوسرے دن معلوم ہوا کہ رات کے ڈھائی تین بجے' شرارت پسندوں کا ایک گروپ' اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مزار شریف اور حضرت کے مکان والی گلی میں گُھسا اور گھستے ہی چیخیں مارتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔انھوں نے وہاں کیا دیکھا؟ کیوں چیخے؟ اور کیوں بھاگے؟ یہ اللہ محافظ حقیقی ہی جانتا ہے۔فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ°۔

(۳۹) **عرض:** یہ ملوک پور کی مسجد میں آپ کو کیوں پہنچایا گیا تھا؟
(۳۹) **ارشاد:** چوں کہ محلہ ملوک پور کی مسجد میں یہ فقیر ''امامت'' کرتا تھا۔ اس لیے وہاں تک بخیر و عافیت پہنچایا گیا۔
(۴۰) **عرض:** حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خدمت و معیت میں آپ کا کتنا زمانہ گزرا ہوگا؟
(۴۰) **ارشاد:** کم و بیش تیس سال، (تین یا ساڑھے تین سال تک آپ کی کامل صحبت بابرکت نصیب ہوئی اور باقی سال سفر وحضر میں) گزرے جن میں تبلیغی و اشاعتی اسفار بھی شامل ہیں۔ سیدی مرشدی سرکار مفتیِ اعظم کو وصال فرما کر اڑتیس سال مکمل ہو چکے ہیں تاہم آج بھی الحمدللہ! اپنا ''تصورِ شیخ'' اتنا بیدار ہے کہ ''مُراقبہ'' کرنے کی دیر ہوتی ہے پھر وہی تصورِ نورؔی، کاشانۂ نورؔی، مسند نورؔی، مرشد نورؔی، لباس نورؔی، عمامۂ نورؔی، چہرۂ نورؔی، دل نورؔی، ایسا لگتا ہے کہ نورؔی میاں کے مرید نورؔی ذکرِ حق و ذکرِ نورؔی میں مشغول ہیں ؎

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

نور کی تیرے ہے اک جھلک خوب رُو دیکھے نورؔی تو کیوں کر نہ یاد آئے تو
ان کا سرور ہے مظہر ترا ہو بہو مَنْ رَاٰنِیْ رَأَی الْحَق ہے حق مو بمو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

خوابِ نورؔی میں آئیں جو نورِ خدا ''بقعۂ نور'' ہو اپنا ''ظلمت کدا''
جگمگا اٹھے دل، چہرہ ہو پُر ضیا نوریوں کی طرح شغل ہو ذکرِ ''ھُوْ''

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

لہٰذا ''ظاہری خدمت و معیت'' کم و بیش تیس سال رہی اور ''باطنی معیت و رفاقت'' ان شاءاللہ تعالیٰ دخول جنت تک رہے گی۔
(۴۱) **عرض:** کیا کبھی آپ کے پیر روشن ضمیر اپنے وصال کے بعد آپ کے خواب میں تشریف لائے تھے؟
(۴۱) **ارشاد:** جی ہاں! ابھی ماضی قریب کی بات ہے، میں ''حج'' کے لیے گیا ہوا تھا۔

ایک دن مدینہ منورہ میں یہ خواب دیکھا کہ ”سرکار مفتیِ اعظم تشریف لائے ہیں اور ساتھ میں حضرت مولانا مفتی غلام محمد خان صاحب قبلہ بھی ہیں۔ مفتی صاحب کے ہاتھ میں ایک تھیلا (بستہ) تھا جس میں کچھ کاغذات تھے میں نے اُن سے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سند ہے، تم کو دینے کے لیے لائے ہیں۔“ اِس خواب کے بعد میرے دل و دماغ اور روح سب خوشیوں میں جھومنے لگے۔ اب مجھے اطمینان حاصل ہو گیا کہ الحمدللہ! میری ”ناقص خدمات دینیہ“ قبول ہو چکی ہیں۔ جبھی تو مجھے میرے مرشد کے ہاتھوں سے مدینہ منورہ میں ”سند قبولیت“ دی جا رہی ہے۔ اب اِس روحانی بشارت کے بعد کوئی خواہش باقی نہ رہی ؎

جامِ جمشید کی خواہش، نہ زر و مال کی فکر
یوں ہی سرکار میں اشرؔف رہے آتا جاتا

(۴۲) **عرض:** ابھی ”افسوس ناک واقعہ“ باقی ہے حضور! ضمناً دوسری باتیں نکل گئیں۔ لہٰذا۔۔۔۔۔!

(۴۲) **ارشاد:** سن کر کیا کرو گے؟

(۴۳) **عرض:** جی! ان شاء اللہ تعالیٰ اس واقعے سے بھی نصیحت و ہدایت حاصل کروں گا۔

(۴۳) **ارشاد:** ویسے اپنی زندگی میں کئی ایک افسوس ناک واقعات پیش آئے ہیں۔ لیکن جب کبھی زندگی میں کوئی افسوس ناک واقعہ پیش آیا ہے تو بے ساختہ زبان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ بھی آیا ہے۔ ایسے موقع پر ”مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ“ کا کتبہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالی شان ”اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی“ کا نور ذہن و فکر کے نہاں خانہ میں پھیلنے لگتا ہے یہاں تک کہ دل کو سکون مل جاتا ہے۔

ا۔ میرے مرشد گرامی، شیخ طریقت، تاجدار اہل سنت حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان المعروف مفتیِ اعظم ہند (بریلی شریف) (متوفی: ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ م ۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء)

۲۔ میرے استاذ گرامی، فقیہ العصر، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

(گھوسی) (متوفی: ۶؍صفر ۱۴۲۱ھ م ۱۱؍مئی ۲۰۰۰ء) (علیہما الرحمۃ والرضوان)

۳۔ میرے والد گرامی حضرت الحاج محمد حسن صاحب اشرفی مرحوم

(گھوسی، ضلع اعظم گڑھ، یوپی) (متوفی: ۱۳؍ربیع الاول ۱۴۰۵ھ م ۵؍دسمبر ۱۹۸۴ء)

اِنھیں تین مقتدر و معتبر اور مقدس ہستیوں نے مجھے دینی تعلیم اور اسلامی تربیت دے کر میری زندگی کو تابناک فرمایا تھا۔ اِن میں سے ہر ایک کا وصال پُرملال، میری زندگی کا نہایت عظیم ترین "افسوس ناک واقعہ" ہے۔

(۴۴) **عرض:** دارالعلوم امجدیہ کیوں اور کب قائم کیا گیا؟

(۴۴) **ارشاد:** میں، جامعہ عربیہ ناگپور ہی میں ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۵ء تک منصبِ "نائب شیخ الحدیث" پر فائز رہتے ہوئے اس کے فرائض انجام دیتا رہا، اُسی زمانے میں اچانک حالات نے کروٹ لی۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ رب العالمین کو یہ منظور تھا کہ وسط ہند کے اس وسیع و عریض اور مشہور و معروف شہر ناگپور اور اس کے مضافات میں اہل سنت کے ایمان و عقائد کے تحفظ اور نونہالان قوم و ملت کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے اِس جامعہ عربیہ کے علاوہ بھی ایک اور دینی اقامتی ادارہ قائم ہو۔ چنانچہ جب اس کی ضرورت محسوس کی گئی تو مسبب الاسباب نے دارالعلوم امجدیہ کے قیام کے اسباب پیدا فرما دیے۔ یعنی فرمانِ الٰہی اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے: تو ہو جا! تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔) کے مطابق، جب مشیت الٰہی کا اشارہ ہوا تو اِس گدائے قادری محمد مجیب اشرف رضوی نے یکم ذوقعدہ ۱۳۸۵ھ م ۲۳؍فروری ۱۹۶۶ء چہارشنبہ کو "دارالعلوم امجدیہ" قائم کیا۔ اور اس کے روزِ اول ہی سے درس و تدریس میں مشغول رہا۔ ابتدائی تین مہینوں تک "بڑی مسجد" (محلہ شطرنجی پورہ) میں تعلیم و تربیت ہوتی رہی۔ پھر تقریباً ایک سال تک "مسجد کھدان" (نعل صاحب محلہ) میں تدریسی و تنظیمی خدمات انجام دیتا رہا۔ اس کے بعد

اس دار العلوم کو کرایہ کے مکان (محلہ گانجہ کھیت) میں منتقل کر دیا گیا۔ اسی مکان کے قریب جناب الحاج شیخ عبد السبحان صاحب مرحوم (فروٹ مرچنٹ) کا ایک اوپن پلاٹ تھا جس کو ان کے صاحبزادوں نے "دار العلوم ہذا" کی تعمیر کے لیے اللہ و رسول کے نام پر وقف کر دیا۔ (اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے اہل خاندان کو جزائے خیر دے۔)

چناں چہ اسی مذکورہ وقف شدہ زمین پر سیدی مرشدی حضور مفتیِ اعظم اور حضور برہان ملت علیہما الرحمہ کے مبارک ہاتھوں سے دار العلوم امجدیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ (خیال رہے کہ الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگ پور، در اصل ۱۹۶۶ء میں قائم کیا گیا تھا پھر ایک عرصے کے بعد، مذکورہ وقف شدہ زمین پر سنگ بنیاد رکھا گیا۔)

(۴۵) **عرض:** حضور! اِس احقر نے بہت پہلے اپنی مادرِ علمی "دار العلوم امجدیہ ناگپور" کے لیے (قیام کے اعتبار سے) دو تاریخی نام استخراج کیے تھے:

(۱) باغِ عنبریں ۱۳۸۵ھ (۲) گلستان زرخیز ۱۳۸۵ھ

(۴۵) **ارشاد:** آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ نہ اس کی تحسین فرمائی اور نہ ہی اس کی تردید۔

(۴۶) **عرض:** "تقریب سنگ بنیاد" کے متعلق بھی کچھ سنائیے!

(۴۶) **ارشاد:** اُس تقریب میں مقامی علمائے کرام، ائمۂ مساجد اور معززین شہر بڑی تعداد میں شریک ہوئے تھے تاہم ان دونوں بزرگوں کی شرکت سے جلسہ گاہ کو نور اور اہل جلسہ کے دلوں کو سرور حاصل ہو رہا تھا۔ سچ پوچھو تو اُس وقت کے سارے مناظر قابل دید تھے۔ جلسے کے اختتام پر سرکار مفتیِ اعظم کی رقت انگیز دعاؤں میں سے ایک "خصوصی دعا" یہ تھی:

"الٰہی! اس دار العلوم امجدیہ کو مسلک حق، مسلک اہل سنت کا مضبوط قلعہ بنا دے"۔

الحمد للہ! اس مقبول دعا کا نتیجہ دنیا کے سامنے ہے۔ آج الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور کے فارغین، ملک و بیرون ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں

میں دین وسنیت کی مخلصانہ خاموش خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ سرکار اعلیٰ حضرت و جملہ اولیاے کرام کے تصدّق اور حضرت مفتیِ اعظم کی دعاؤں سے اُن تمام علَم برداران علم وحکمت اور ناشرانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کو ہر مقام پر فتح ونصرت، عزت و عظمت اور ایمان پر استقامت نیز جملہ مدارس اہل سنت کو دوام واستحکام خصوصاً دارالعلوم امجدیہ ناگپور کے فیضان علمی کو عام اور تام فرمائے۔ آمین

(۴۷) **عرض:** دارالعلوم امجدیہ ناگپور کی تعمیر کے لیے ''سرمایہ فراہمی'' کا آغاز کب، کیسے اور کس مقام سے ہوا؟

(۴۷) **ارشاد:** تقریب ''سنگ بنیاد'' ہی میں سب سے پہلے حضور مفتیِ اعظم نے اپنی جیب خاص سے (آج سے چھپن سال پہلے کے) پچیس روپے (غالباً ۲۵ رصفر ''عرس رضوی'' کا صدقہ عطا فرمایا ہوگا۔) ''تعمیر امجدیہ'' کے لیے دیتے ہوئے فرمایا ''یہ میری طرف سے دارالعلوم کی تعمیر کے لیے ہے''۔ آپ کے بعد حضور برہان ملت نے بھی پندرہ روپے عنایت فرمائے۔ اُس کے بعد حاضرین کی طرف سے امدادی رقم آنی شروع ہوگئی۔ اسی دوران شہر کے ایک مشہور مجذوب صفت بزرگ حضرت منصور بابا علیہ الرحمہ اچانک مجمع کو چیرتے ہوئے تشریف لائے اور دو روپے کا نوٹ حضور مفتیِ اعظم کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے اشارے سے کہا کہ ''یہ میری طرف سے ہے''۔ حضرت والا نے منصور بابا کی اِس پیاری ادا کو دیکھ کر مسکرایا اور حضرت علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب سے فرمایا: ''لیجیے! اِن کا بھی چندہ آگیا''۔ اِس طرح دو سالک اور ایک مجذوب بزرگ کے بیالیس روپے ''تعمیری اخراجات'' کے لیے مہیا ہوئے۔ بعدہٗ اِن کی برکتیں بھی دیکھنے میں آئیں۔

(۴۸) **عرض:** ابھی ابھی آپ نے فرمایا کہ حضرت والا نے منصور بابا کی اس پیاری ادا کو دیکھ کر مسکرایا اور حضرت علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب سے فرمایا: ''لیجیے! اِن کا

بھی چندہ آگیا''، تو کیا اُس وقت حضرت علامہ مفتی الحاج شاہ غلام محمد خان صاحب قبلہ بھی اُس تقریب میں موجود تھے؟

(۴۸) **ارشاد:** جی ہاں! وہ بھی موجود تھے۔ بلکہ سنگ بنیاد کی رسم ادا کرنے کے بعد جب اِس فقیر نے مختصراً دارالعلوم امجدیہ کے قیام کی ضرورت اور اس کے اغراض و مقاصد کو بیان کیا تو میرے بعد انھوں نے بھی تفصیل کے ساتھ علم دین کی فضیلت و اہمیت پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے دارالعلوم امجدیہ کے منصوبوں کو بیان فرمایا تھا۔ سچ پوچھو تو قیام امجدیہ کے تین سال بعد سے آپ نے میرا ہر طرح ساتھ دیا۔ امجدیہ کی تعمیر و ترقی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، میں تحدیث نعمت کے طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ الحمدللہ! ہم دونوں کی محنت نے ''امجدیہ'' کو بامِ عروج تک پہنچایا۔

(۴۹) **عرض:** ہم نے سنا ہے کہ قیام ''امجدیہ'' کے بعد، آپ کو بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا تھا؟

(۴۹) **ارشاد:** بہتر ہے اس درد بھری داستان کو نہ چھیڑو!

(۵۰) **عرض:** حضور! جرأت کی معافی۔ یہ سوال میں نے اس لیے کیا ہے تاکہ اپنی مادر علمی دارالعلوم امجدیہ کے ابتدائی اور تاریخی احوال و حقائق کو جان سکوں۔ اگر مناسب ہو تو بیان فرمائیں، ورنہ کوئی بات نہیں۔

(۵۰) **ارشاد:** اچھا! تم کہتے ہو تو چلو، اُس داستان پارینہ کی تفصیل کی بجائے اس کا خلاصہ سنا دیتا ہوں۔ میں جامعہ عربیہ اسلامیہ کے ''نائب شیخ الحدیث'' کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۵ء تک اس کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اسی مدت میں کچھ حالات اس طرح بنتے چلے گئے اور وسط ہند کے اس مشہور و معروف اور وسیع و عریض شہر ناگپور میں تحفظ عقائد اہل سنت اور فرزندان قوم و ملت کی اسلامی تعلیم و تربیت کے لیے مزید ایک دینی اور اقامتی درس گاہ کی ضرورت محسوس کی گئی، اسی کے پیش نظر جب اِس خادم علم نے دارالعلوم امجدیہ قائم کیا تو مخالفین نے دل کھول کر

اس کی مخالفت کی۔میں نے اس مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔کیوں کہ ؎

کچھ سمجھ کر ہی ہوا تھا موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا تھا عافیت ساحل میں ہے

میں اُڑتی خبروں پر توجہ دینے کی بجائے طلبہ کی تعلیم وتربیت اور انتظامی امور میں مصروف رہا' اگرچہ کہ حاسدین نے امجدیہ کے وجود کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔قیام امجدیہ کو''فتنۂ سنیت'' اور ''خطرۂ اہل سنت'' بتایا۔اس کی ترقی کی راہوں میں پتھر رکھے جس کی وجہ سے قدم قدم پر مصیبتوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پھولوں سے نہیں بلکہ کانٹوں سے گزرنا پڑا۔غیر تو بہرحال غیر ہی ہوتے ہیں تاہم اپنوں نے بھی غیظ وغضب کے اظہار میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔کبھی میری ذات پر طنز وتنقید کرتے تو کبھی مجھے نگاہِ غضب سے دیکھتے۔کوئی مجھے ''باغی'' کہتا تو کوئی ''فتنہ گر''۔کوئی مجھے گالی دیتا تو کوئی میرے والدین کو سبّ وشتم سے یاد کرتا۔ ؎

وہ پتّے جن کا پیروں کے نیچے مقام تھا
ایسی ہوا چلی کہ سروں تک پہنچ گئے

اُس زمانے میں ایسا لگتا تھا کہ کیا ہمارے ''گلشن حیات'' اور'' گلستان امجدیہ'' کو بغض وحسد اور نظر بد کے موسمِ خزاں نے احاطہ کرلیا ہے؟

ایسے حوصلہ شکن حالات' مایوسیوں اور آزمائشوں کی سخت تاریکیوں میں نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ کا سورج طلوع ہوا' یعنی سرکاروں کے تصدّق ہم پر رحمت الٰہی نے امن وعافیت اور راحت ونصرت کی گُل باری فرمائی۔حضور مرشد گرامی وحضرت برہان ملت علیہما الرحمہ کی مخلصانہ ہدایتوں اور دعاؤں سے بتدریج وہ طوفان بدتمیزی تھما۔پھر دنیا نے دارالعلوم امجدیہ کی خاموش اور مخلصانہ علمی' دینی' ملی' فلاحی نیز اصلاحی خدمات کے ستاروں کو ''فکر رضا'' اور ''عشق رضا'' کے آسمان پر چمکتے دمکتے دیکھا تو زبان حال سے یہ اقرار کیا ؎ کہ

''مرکزِ علم ہُدیٰ'' ہے ''امجدؔیہ ناگپور''
''مصدرِ فیض رضا'' ہے ''امجدؔیہ ناگپور''
سنّیت کی شان ہے اور اہل سنت کا نشاں
''نعمتِ ربِّ علا'' ہے ''امجدؔیہ ناگپور'' (ق)

سُن لی آپ نے ہماری داستانِ غم؟ برسوں پہلے کی بھولی بسری باتیں یاد دلانے کا شکریہ!۔۔۔۔۔۔اب آخری بات بھی کہہ دوں؟

(۵۱) **عرض:** جی! ضرور!

(۵۱) **ارشاد:** ''دارالعلوم امجدیہ'' کے قیام کے روزِ اول تو میں تنہا تھا مگر آج اپنی پیرانہ سالی میں جب پیچھے پلٹ کر دیکھتا ہوں تو مجھے بے حد دلی خوشی ہوتی ہے کہ ''فارغین امجدیہ'' (مفتیان، فضلا، علما، حفاظ، قُرا اور ائمہ ومؤذنین) کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ موجود ہے۔اور پھر یہ ''کاروان علم وعمل'' درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت میں ہمہ تن مصروف ہے۔فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

(۵۲) **عرض:** حضور! گستاخی معاف! ایک شخص نے یوں کہا ہے کہ آپ دارالعلوم امجدؔیہ کے بانی ہوتے ہوئے بھی تنخواہ لیتے ہیں۔کیا یہ صحیح ہے؟

(۵۲) **ارشاد:** قیام امجدؔیہ کے بعد، جب تک میں ''اجیر خاص'' کی حیثیت سے تدریسی فرائض اور انتظامی امور انجام دیتا تھا مزید اُس کی ترقی کے لیے شب وروز تگ ودَو کرتا رہتا تھا اور بظاہر میرا یہی ذریعۂ معاش بھی تھا، ہدیہ (مشاہرہ) قبول کرتا تھا۔ جب سے رزاق مطلق نے فارغ البال کر دیا ہے میں نے ترک کر دیا۔

(۵۳) **عرض:** آج کل یہ کہا جا رہا ہے کہ ''امجدیہ کا معیار تعلیم'' ختم ہوگیا ہے۔

(۵۳) **ارشاد:** ہرگز نہیں! الحمدللہ! الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور اپنی خاموش علمی، دینی، تبلیغی، اصلاحی اور مسلکی خدمات میں مسلسل شب وروز مصروف ہے۔دیکھیے! ابھی مؤرخہ ۱۹/رجب المرجب ۱۴۴۰ھ م ۲۷/مارچ ۲۰۱۹ء کو امجدؔیہ کا شاندار

سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت ہوا، جس میں ۵۹ / طلبہ کو سند و دستار سے نوازا گیا، تعلیم و تربیت مسلسل جاری ہے جبھی تو ہر سال طلبہ کی فراغت ہو رہی ہے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ''معیارِ تعلیم ختم ہو گیا''۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو بات روزِ اول میں تھی وہ آج نہیں ہے تو پھر یہ بات صرف ''امجدیہ'' ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ادارے کی یہی حالت ہے۔

عزیزم! ایک بات بغور سنیے! سب سے پہلے اس سچائی کا ہمیں کھلے دل سے اعتراف کرنا ہوگا کہ جو بات ''عہدِ رسالت'' میں تھی وہ بعینہٖ عہدِ صحابہ و تابعین میں نہ تھی۔ اِسی طرح ابھی ماضی قریب میں یعنی اعلیٰ حضرت کے زمانے میں جو ماحول تھا وہ سرکار مفتیِ اعظم کے زمانے میں نہیں تھا اور جو مفتیِ اعظم کے زمانے میں بات تھی وہ آج نہیں۔ یہ تو قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ اَنْ یَّقِلَّ الْعِلْمُ وَیَظْھَرَ الْجَھْلُ۔ علم کم ہو جائے گا اور جہل کا غلبہ ہوگا۔

اِس کے باوجود یہ فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ زمانۂ رسالت سے لے کر آج تک علم دین کی اشاعت اور اسلام و سنیت کے فروغ میں اگر ''علما و مدرسین'' ''پیش لفظ'' کی حیثیت رکھتے ہیں تو ''مدارس اسلامیہ'' حرف آخر۔ اسی طرح اگر اسلام اور سنیت کی تبلیغ و اشاعت کے بنیادی ذرائع ''علما'' ہیں تو ''مدارس'' انسان سازی اور انسانیت نوازی کے کارخانے۔ ''مدارس'' کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ قوم و ملت کو ہر طرح کے مدرسین و مبلغین، ائمہ و موذنین، مفکرین و مدبرین اور مصلحین و قائدین فراہم کرتے ہی رہتے ہیں۔ میں صرف ایک ''دارالعلوم امجدیہ'' ہی کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ جملہ مدارس اہل سنت کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں جو لوگ ''مدارس اسلامیہ'' کو بلاوجہ طنز و تنقید کا نشانہ بناتے ہیں وہ دراصل ایک آنکھ سے دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ ''تنقید'' برائے تعمیر نہیں بلکہ برائے تخریب کرتے ہیں۔ بس، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں اصلاح و خیر کی توفیق بخشے۔ آمین

ہاں! یہاں پر میں یہ بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ''دینی درس گاہوں'' کے اراکین و مدرسین، قائم کنندگان و ذمہ داران کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معمولات پر ''نظرِ ثانی'' ضرور کریں اور اپنے ''عُہدے'' کے ساتھ انصاف کریں، ورنہ وہ عنداللہ و عندالناس، ماخوذ ہوں گے۔

(۵۴) **عرض:** جب دارالعلوم امجدیہ ناگپور کی بے شمار دینی و ملّی خدمات، پچاس سال سے جاری ہیں تو پھر کیوں نہ ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے؟ اور ''اعتراف خدمات'' کا گولڈن جبلی (جشن طلائی) کر کے خداوند قدوس کا شکر اور بندگان خدا کا شکرانہ ادا کر لیا جائے؟ ساتھ ہی مستقبل کے عزائم و مقاصد کو بھی قوم و ملت کے رو برو پیش کیا جائے۔ یہ اِس ناچیز کی گزارش بھی ہے اور خواہش بھی۔

(۵۴) **ارشاد:** آپ کی گزارش منظور ہے۔ خدا کرے آپ کی خواہش بھی پوری ہو جائے۔ جہاں تک اپنی بات ہے، واضح کر دینا چاہتا ہوں: اِس وقت میں اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ اور وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا[۱] کی منزل سے گزر رہا ہوں۔ لہٰذا اپنی ''مرادِ دلی'' کو الفاظِ قرآن حکیم میں سنا دینا چاہتا ہوں: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ[۲] جب وعدۂ الٰہی برحق ہے تو فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ[۳] اور فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ[۴] بڑھتے جاؤ اور آگے بڑھتے جاؤ۔

(۵۵) **عرض:** کیا آپ کا ''عقدِ مسعود'' ناگپور میں ہوا تھا؟

(۵۵) **ارشاد:** نہیں تو، بلکہ ناگپور آنے سے پہلے ہی میری شادی ہو چکی تھی۔

(۵۶) **عرض:** آپ کا ''عقدِ مسنون'' کب اور کہاں ہوا تھا؟ اور کس نے خطبۂ نکاح پڑھا تھا؟

(۵۶) **ارشاد:** میرا ''نکاحِ مسنون'' مؤرخہ: ۵ ریا ۶ رشوال ۱۳۷۳ھ م ۷ رجون ۱۹۵۴ء کو

---

[۱] ترجمہ: میری ہڈیاں کمزور اور بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ اور میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا ہے۔ سورۂ مریمؑ آیت: ۴

[۲] ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے، اللہ تمھاری مدد کرے گا۔ سورۂ محمدؐ آیت: ۷

[۳] ترجمہ: تو اللہ کی طرف بھاگو۔ سورۂ ذاریات، آیت: ۵۰

[۴] ترجمہ: تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں۔ سورۂ بقرہ، آیت: ۱۴۸

گھوسی میں، میرے حقیقی ماموں رئیس الاذکیا حضرت علامہ مفتی غلام یزدانی علیہ الرحمہ (شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف) کی بڑی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا تھا۔ اور بڑے ماموں شیخ العلما، امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ نے خطبۂ نکاح پڑھا تھا۔

(۵۷) **عرض:** کیا شہزادوں اور شہزادیوں کی تعداد بھی معلوم ہو سکتی ہے؟

(۵۷) **ارشاد:** اللہ تعالیٰ نے مجھے ''پنج تن پاک'' کا صدقہ عطا فرمایا ہے یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے والد ماجد رئیس المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خان قدس سرہٗ کو جہاں ۳؍شہزادیاں عطا فرمائیں وہیں مجھے بھی آپ کے تصدّق ۳؍لڑکیوں سے نوازا ہے۔ اسی طرح سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو جہاں ۲؍شہزادے (حضور حجۃ الاسلام و حضور مفتی اعظم علیہما الرحمہ) عطا فرمائے تھے وہیں مجھے بھی آپ کے صدقے میں ۲؍لڑکے عطا فرمائے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

(۵۸) **عرض:** آپ کے دردمندانہ، مخلصانہ اور مصلحانہ خطابات وتقاریر کے ذریعہ دین وسنیت کی ''زبانی خدمات'' پر دنیا گواہ ہے۔ لیکن آج اپنی ''قلمی خدمات'' کی بھی قدرے نقاب کشائی فرمائیے۔

(۵۸) **ارشاد:** دراصل ''قلم'' سے میرا رشتہ بہت دور کا ہے۔ البتہ کچھ اسباب بن گئے تھے جن کی بنیاد پر چند کتابیں، رسائل اور مقالے عالم وجود میں آگئے۔ کیا کروں؟ وقت نہیں ملتا اور قلم جنبش نہیں کرتا۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔!

(۵۹) **عرض:** ''ورنہ'' کا مطلب۔۔۔۔۔؟

(۵۹) **ارشاد:** ورنہ، میری بھی خواہش ہے کہ میں اپنی ''زبان'' کے ساتھ ساتھ ''قلم'' سے بھی دین وسنیت اور مسلک اہل سنت (مسلک اعلیٰ حضرت) کی خدمت کرتے ہوئے بے دینوں اور بدمذہبوں کو سدھاروں ؎

خدا اتنی طاقت دے میرے قلم میں
کہ بدمذہبوں کو سدھارا کروں میں

(۶۰) **عرض:** اپنی شاعری کے بارے میں بھی کچھ فرمائیے؟

(۶۰) **ارشاد:** ''شاعری'' ایک ایسا فن ہے جس میں ''فطرت'' کو بڑا دخل ہے اور مجھے فطری طور پر ''شاعری'' کی جانب کوئی خاص رغبت نہیں۔ ہاں! کبھی اپنا حُسنِ تخیّل ' بارگاہِ قدس میں ''صدقۂ عشق'' طلب کر رہا ہوتا ہے اور اُسی موقع پر ''گلشن قدس'' کی مہکتی فضائیں جھومتی ہوئی آتی ہیں۔ اور جان و جگر کو معطر کرتی ہیں تو خود بخود اشعار موزوں ہوتے چلے جاتے ہیں ؎

اے حُسنِ تخیل! تری پرواز کے صدقے
بیٹھا ہوں یہاں ''گنبد خضرا'' پہ نظر ہے (اشرف)

سچ پوچھو تو ''شاعری'' اعلیٰ حضرت کی ہے۔ اُس امام الشعرا نے تو فن سخن وری کا حق ادا کر دیا' بحمداللہ تعالیٰ اُس بحر علم و فن کے چند قطرے مجھے بھی نصیب ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ ''میں نے ''شاعری'' قرآن و حدیث سے سیکھی ہے''۔ اور یہ خادم کہتا ہے کہ ''میں نے ''شاعری'' اعلیٰ حضرت سے سیکھی''۔

(۶۱) **عرض:** خدا جانے کتنے منتظمین مدارس و مساجد و مکاتب ایسے بھی ہوں گے جو یہ چاہتے ہوں گے کہ ہم بھی حضور والا کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دیں۔ تاہم صرف اُن مدارس اسلامیہ کی نشان دہی فرما دیں جن کی سرپرستی آپ فرما رہے ہیں تا کہ اُن اداروں کے مدرسین و اراکین و معاونین کو ''سند خدمت اور روحانی مسرت'' حاصل ہو۔

(۶۱) **ارشاد:** ارے اللہ کے بندے! میں کیا؟ میری سرپرستی کیا؟ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے' جب چاہے' جہاں چاہے اور جو چاہے کام لے۔ اُس کی مرضی' بات اُس کی چاہت و مشیت کی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے؟ جب اُس نے چاہا تو اپنی ایک چھوٹی سی مخلوق ''ابابیل'' (پرندوں) سے اپنے مقدس گھر ''خانۂ کعبہ'' کی ''حفاظتی خدمت'' لے لی۔ اسی طرح جب اپنے حبیب اکرم ﷺ کو کفار مکہ کے شر و ایذا سے محفوظ رکھنا چاہا تو غار ثور پر مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈوں سے حفاظتی انتظام فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے' وہ

بڑا قادر و قیوم ہے جب وہ چاہتا ہے تو جانوروں اور پرندوں سے ''خانۂ کعبہ'' اور ''کعبے کے کعبہ'' کی ''حفاظتی خدمت'' لے لیتا ہے اُس نے تو ہم کو ''شریف'' ہی نہیں بلکہ ''اشرف'' بنایا ہے یعنی ''اشرف المخلوقات'' بنایا ہے۔ اگر ہم خادمان علم دین سے علم دین کی اشاعت اور سنیت کی خدمت لے لے تو اس میں کونسی حیرت کی بات ہے؟ سچ پوچھو تو یہ ہماری خوش نصیبی ہے۔ اُنھیں خوش نصیبوں میں سے میں بھی ایک ہوں ؎

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
اُس نے ہمیں خرید کے انمول کر دیا

ہاں! یہ صحیح ہے کہ بعض مدارس و جامعات کے اساتذہ و ارکان مجھ سے وقتاً فوقتاً مشورے لیتے رہتے ہیں اور مجھے اپنے ''ادارے کا سرپرست'' سمجھتے اور مانتے بھی ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اُن کے حسن ظن پر انھیں جزاے خیر عطا فرمائے اور اُن مدارس و جامعات کو ''فیضان رضا'' اور ''علم و حکمت کے مراکز'' بنائے۔ آمین

اُن مدارس و جامعات کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ دارالعلوم انوار رضا، نوساری (گجرات)
۲، ۳۔ آپ کے دونوں گلشن (گلشن رضوی، گلشن زہرا) یعنی جامعہ رضاے مصطفیٰ رائچور (کرناٹک)
۴۔ دارالعلوم گلشن نوری ادونی (آندھرا)
۵۔ جامعہ خیر العلوم، ورنگل (تلنگانہ)
۶۔ دارالعلوم انوار مصطفیٰ، سدی پیٹ (تلنگانہ) وغیرہا

(۶۲) **عرض:** اُن مساجد و مدارس و مکاتب کی بھی قدرے وضاحت فرمادی جائے جو حضرت والا کی تحریک و ترغیب سے عالم وجود میں آئے ہیں۔

(۶۲) **ارشاد:** اچھا! انھیں چھوڑ دو۔ بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُن مسجدوں، مدرسوں اور تنظیموں کی حفاظت فرما کر انھیں مزید فروغ و استحکام نصیب فرمائے۔ اور اُن کے ارکان و معاونین و مدرسین و ملازمین کو باہم متحد و متفق رکھے۔ اور اُنھیں مزید

خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

(۶۳) **عرض:** آپ کے مریدین یا معتقدین جو کسی ''سنّی مسجد'' کے ارکان ہیں یا رکن بننا چاہتے ہیں اُن کے لیے آپ کا کوئی پیغام؟

(۶۳) **ارشاد:** ہر مرید و معتقد کو چاہیے کہ کسی بھی ''سنّی مسجد'' کا ''رکن'' بننے سے پہلے خود میں اللہ کے گھر کی ''مخلصانہ خدمت'' کا جذبہ پیدا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُسے دنیا و آخرت میں اُس کی عمدہ مزدوری ملے۔خیال رہے کہ ''مخلصانہ خدمات'' دنیا و آخرت میں بہت کارآمد ہوتی ہیں لہٰذا پہلے ہی سے ان چند باتوں کا وعزم مصمم کرلے کہ:

❁ ان شاء اللہ تعالیٰ میں مسجد کی خدمت کرکے اپنی آخرت آباد کروں گا۔

❁ میں مسجد کا ''رکن'' یعنی مسجد کا ''کارکن'' (خدمت گزار) بنوں گا۔

❁ مسجد کے املاک واوقاف کی حفاظت کروں گا' اُن میں کبھی کسی طرح کی خیانت نہیں کروں گا۔

❁ اگر مسجد میں ''معمولات اہل سنت'' (مثلاً درود وسلام کا اہتمام' اقامت کے وقت نمازیوں اور امام کا بیٹھے رہنا اور حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ پر کھڑے ہونا وغیرہ) رائج ہیں تو ان کو باقی رکھوں گا۔ اگر ابھی تک مروّج نہیں ہیں تو بتدریج ان کو نافذ کروں گا۔

❁ مسجد میں جاے نماز' لائٹ' پنکھا' پانی و دیگر ضرورتوں کا حتی المقدور انتظام کروں گا۔

❁ امام و خطیب' مؤذن اور فراش صاحبان کی عزت کروں گا۔انھیں اچھے ناموں اور القاب سے یاد کروں گا۔اُن سے ہمدردانہ لب و لہجے میں گفتگو کروں گا۔

❁ اُن کا ''واجبی مشاہرہ'' (گرانی کا اندازہ کرتے ہوئے) وقت مقررہ پر ادا کروں گا۔

❁ اُن کی جائز ضرورتوں میں اپنی حیثیت کے مطابق ''خاموش امداد'' کرکے اُن کی دعائیں لوں گا۔

❁ کبھی اُن سے معمولی غفلت یا ادنیٰ غلطی ہو جائے تو ''نظرانداز'' کردوں گا۔اگر اُن سے بار بار وہی غفلت یا غلطی ہو رہی ہے تو تنہائی میں توجہ دلاؤں گا۔بصورتِ دیگر

اراکین کے روبرو پیش کروں گا تاکہ وہ حضرات بھی ممکنہ تدارک کرسکیں۔اگر اس کے باوجود وہ غفلت یا غلطی سے باز نہ آئیں تو خوش اخلاقی سے اُنھیں انتظامیہ کی جانب سے معزولی یا معطلی کی صورت بناؤں گا۔حتی الامکان ہر قسم کے فتنے سے بچتے اور سب کو بچاتے ہوئے ''مسجد'' کی خدمت کرتا رہوں گا۔

❁ اگر وہ رکن، عہدہ دار ہے تو یہ نیت بھی کرلے کہ مسجد کے تمام آمدات و اخراجات کا حساب سال میں ایک مرتبہ مصلیان مسجد کے سامنے ضرور پیش کروں گا۔

(۶۴) **عرض:** اِسی طرح ''ارکان مدارس و مکاتب'' کے لیے بھی کوئی پیغام عنایت فرمائیے!

(۶۴) **ارشاد:** کسی بھی مکتب، مدرسہ، دارالعلوم یا جامعہ کا ''رکن'' بننے کے لیے سب سے پہلے اپنے اندر اس کی اہلیت پیدا کریں۔جوش کے ساتھ ہوش میں رہیں۔''علم دین کی نشر و اشاعت'' کا صحیح جذبہ لے کر آگے بڑھیں۔''طلبہ و طالبات کی خدمت'' سچ پوچھو تو یہ ایک بڑی نعمت ہے لہٰذا اس سعادت سے فیض یاب ہونے کے لیے میری چند باتیں ہمیشہ کے لیے ہر رکن و عہدہ دار اپنے ذہن نشیں کرلے اور یہ نیتیں بھی کرلے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ:

❁ میں یہاں خدمت کر کے اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کروں گا اور اپنی آخرت کو آباد کروں گا۔

❁ ہر طرح کی بد نظمی و بدگمانی (خصوصاً ظلم، اختلاف، حسد، حاکمیت، انانیت اور ہر شرعی گرفت) سے خود بچوں گا اور دوسروں کو بھی بچانے کی سعی کرتا رہوں گا۔

❁ بلاوجہ کسی بھی مدرس یا ملازم یا طالب علم کے تجسُّس سے اجتناب کروں گا۔

❁ اگر کسی مدرس یا ملازم یا طالب علم کی غیر اخلاقی حرکت کا علم ہو جائے تو پہلے تحقیق کرلوں گا۔اگر اس کی تصدیق ہو جائے تو تنہائی میں اس کی اصلاح کی کوشش کروں گا۔اگر یہ ممکن نہ ہو تو علما سے ''شرعی حل'' معلوم کر کے انتظامیہ کے ذریعہ اس کی تعمیل کروں گا۔

❁ حسب حیثیت (ذاتی طور پر بھی) اساتذہ وملازمین اور طلبہ کی ''خاموش خدمت'' کر کے اُن کی دعائیں لیتا رہوں گا۔

❁ اگر وہ رکن عہدہ دار ہے تو وہ اس کا بھی خیال رکھے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مدرسے کی جانب سے مدرسین وملازمین کے (گرانی کی رعایت کرتے ہوئے) متعینہ تنخواہوں کی وقت مقررہ پر ادائیگی اور اُن کے طے شدہ ضروریات (قیام وطعام کے انتظامات وغیرہ) کی تکمیل کی کوشش کرتا رہوں گا۔

تنبیہ: بہتر ہے کسی سنّی تجربہ کار مخلص عالم دین کی نگرانی میں دینی خدمات انجام دیں اور اپنے ادارے کو کسی ''سنّی مرکزی درس گاہ'' سے اِلحاق کر دیں۔

(۶۵) **عرض:** اپنے خُلفا کے لیے بھی کوئی پیغام دیجیے!

(۶۵) **ارشاد:** اچھے اور سچے ''خلیفہ'' کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ''شیخ طریقت'' کی نیابت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ پہلے وہ خود ''حسن اعتقاد'' کے زیور سے آراستہ ہو کر پابند شریعت ہوتا ہے۔ پھر اپنے وابستگان سلسلہ کو بھی ''اتباع شریعت'' کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ فرائض وواجبات کی ادائیگی' بدعقیدوں اور بدعقیدگیوں سے بیزاری' شیطانی وسوسوں اور غلط صحبتوں سے بچنے کی تاکید کرتا رہتا ہے۔ دل کی بیماریوں (مثلاً بدعقیدگی' بدگمانی' حسد' کدورت' بغض وعناد وغیرہ) کا علاج اپنے وعظ و نصیحت سے کرتا رہتا ہے تاکہ سنیت کی خوش گوار فضا قائم رہے۔ لہٰذا خلفا کو چاہیے کہ مذکورہ اوصاف کے حامل وعامل بنے رہیں کیونکہ ''شیخ طریقت'' (مرشد) میں اگر اپنے مریدین کی تربیتِ روحانی اور اصلاحِ نفسانی کا جذبہ نہیں تو وہ پیر'' پیرِ خوش اوقات'' نہیں بلکہ ''پیرِ خرافات'' ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے خرافاتی پیروں سے سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

(۶۶) **عرض:** عوام اہل سنت کے لیے بھی آپ کا کوئی پیغام ہے؟

(۶۶) **ارشاد:** ''عوام'' کیا بلکہ ''خواص'' کے لیے بھی میرا مخلصانہ وہمدردانہ بلکہ دردمندانہ پیغام یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم سب کو اپنے ایمان وعقائد کی حفاظت کرتے ہوئے

اپنے مسلک (مسلک اعلیٰ حضرت) پر سختی سے قائم رہنا چاہیے۔اہل سنت کے علما وسادات ومشائخ وائمہ کے بارے میں مثبت سوچ رکھنی چاہیے۔کذب بیانی اور علما کی عیب جوئی اور ان کی تحقیر وتوہین سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بدمذہبوں اور بدمذہبیت سے کوسوں دور رہنا چاہیے۔ ہر سنّی صحیح العقیدہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہو یا قادری، چشتی، نقش بندی، سہروردی) مسلک اعلیٰ حضرت کا علَم بردار، جملہ کتب اعلیٰ حضرت، خصوصاً حسام الحرمین وغیرہ کو حق ماننے والا اپنا خوش عقیدہ بھائی ہے۔ایسے کسی خوش عقیدہ مسلمان میں کوئی خامی یا ذاتی کمزوری نظر آئے تو اُس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

مولیٰ تعالیٰ سارے اہل سنت کو اتحاد واتفاق، اخلاص وللّٰہیت اور تصلّب واستقامت کی دولت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر ثبات قدمی نصیب فرمائے۔آمین

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اعتذار

احقرؔ کی دِلی خواہش تھی کہ حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ سے ۱۰۰ر سوالات کے جوابات حاصل کرے لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔جس کا بہت افسوس ہے۔ابھی آپ کی فتویٰ نویسی، تصانیف، مناظرے، تبلیغی دورے، بے شمار طواف وعمرے، ۳۲ر مرتبہ حج، مدینہ منورہ، بغداد شریف اور دیگر مقامات مقدسہ کی بار بار زیارات سے متعلقہ ۳۴ر سوالات باقی رہ گئے۔صرف ۶۶ر جوابات پر دلِ، اُداسِ ہوا، تو ہاتف غیبی نے یوں رہنمائی کی:

اے اُداسِ دل! لفظ ''اللہ'' اور ''وکیل'' کے اعداد کو دیکھ! پھر یہ آیت پڑھ: حَسْبُنَا ''اللّٰہُ'' ''وَنِعْمَ'' ''الْوَکِیْلُ'' ''اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔سو کی لاج رہ جائے گی ؂

خوب کی سیرِ چمن، پھول چنے، شاد رہے
یا خدا! ''گلشن اشرؔف'' سدا آباد رہے

نوٹ

اگر ”انٹرویو“ میں کوئی لفظی یا معنوی خامی نظر آئے تو اس کو احقرؔ کی غلطی سمجھی جائے۔ حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کی جانب ہرگز منسوب نہ کی جائے۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ اس ناچیز نے ہی اخذ کرنے میں خطا کی ہوگی اور اُن فرمودات عالیہ ومضامین غالیہ کے اُس حصے کو کما حقّہٗ نہ سمجھ سکا ہوگا۔ لہٰذا اُس کی اصلاح کی جائے۔

لَقَدْ غَرَسُوْا حَتّٰی اَکَلْنَا وَاِنَّنَا

لَنَغْرِسُ حَتّٰی تَاْکُلَ النَّاسُ بَعْدَنَا

یہ ”انٹرویو“ حضور اشرف الفقہا مدظلہ العالی کا تصحیح شدہ ہے۔

تاریخ تصحیح وترمیم

۱۴؍جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ م ۹؍فروری ۲۰۲۰ء یک شنبہ

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
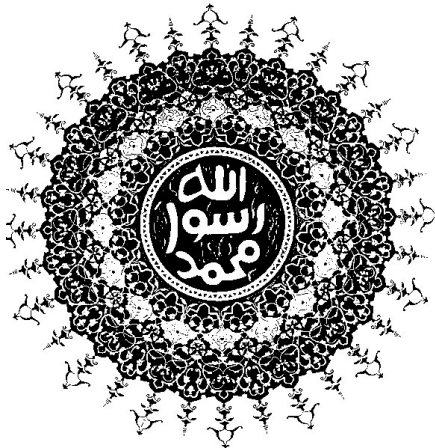
الحمد للہ رب العالمین ° والصلاۃ والسلام علٰی سیدنا محمد المجیب أشرف المرسلین °
وعلٰی اٰلہ وصحبہ أجمعین ° وعلینا معھم ° وبھم ولھم ° یا أرحم الراحمین °

گُل دستۂ سوانح اشرف الفقہاء

۱۴ ھ ۴۲

عارف باللہ، عاشق رسول اللہ، مظہر مصطفےٰ رضاؔ، اشرف الفقہا، مرشد اجازت، پیکر شرافت، سیدی الکریم، استاذی النعیم
حضرت علامہ الحاج مفتی شاہ **محمد مجیب اشرف رضوی** علیہ رحمۃ اللہ القوی

چاند جب تک فلک پر چمکتا رہے	علم وحکمت کا سورج زمیں میں چھپا
اُس مجیبؔ ہدایت پہ لاکھوں سلام	اشرؔف قوم وملت پہ لاکھوں سلام

لَقَدْ غَرَسُوْا حَتّٰی اَکَلْنَاھَا "اِنَّنَا ۱۴۴۲ھ لَنَغْرِسُ" حَتّٰی تَاْکُلَ النَّاسُ بَعْدَنَا

یہ وہ موصوف تھے، جن کی "صفاتِ عالیہ" یہ تھیں:

حضور اشرف الفقہاء علیہ الرحمہ، بے شک آپ ایک نہایت محتاط مفسر، محدث وقت، عالم دین، عامل شریعت، شیخ طریقت، حامی سنت، ماحیِ بدعت، قائد اہل سنت، ناشر ومحافظ مسلک اعلیٰ حضرت، خطیب ومناظر، مصلح ومبلغ، مفکر ومدبر، ادیب وشاعر، سلیم الطبع، منکسر المزاج اور بڑے خلیق ووجیہ بزرگ تھے۔ اُن کی ذات ستودہ صفات، محبت الٰہی وعشق رسالت پناہی، اتباع شریعت، فقہ ودرایت، تقویٰ وطہارت، نصرت سنیت، ردّ ضلالت، فہم وفراست، شفقت ومحبت، اور حُسن صورت وسیرت میں اپنی مثال آپ تھی۔ آپ اللہ تعالیٰ سے، پھر جملہ حضرات انبیاے کرام ورسولان عظام علیہم الصلاۃ والسلام، صحابہ واہل بیت، شہدا وصالحین، اولیا وبزرگان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نیز جملہ سادات ومشائخ خصوصاً سادات مارہرہ مطہرہ واکابر وافاضل بریلی شریف سے حسبِ مراتب بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو حسن و جمال اور فضل وکمال کا بہترین پیکر بنایا تھا۔ وجاہت کا یہ عالم تھا کہ سیکڑوں علما و مشائخ کے جھرمٹ میں بھی آپ ''شمع محفل'' بلکہ ''میر محفل'' دکھائی دیتے تھے۔ درس وتدریس، تقریر وتبلیغ اور حلّ امور خصوصاً حُسن تفہیم میں یکتائے زمانہ تھے۔ اپنے علم وفضل اور خوش اخلاقی سے مقبولِ خلق بلکہ مرجع خلائق تھے۔ اسی لیے آپ کی خداداد علمی وجاہت، روحانی عظمت، مناظرانہ لیاقت، کمال خطابت، ذہانت وفطانت اور قائدانہ صلاحیت کا لوہا، دنیا نے مانا ہے۔ ایسی عظیم ہستی کے وصال کی خبر جب راقم الحروف نے حضور رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر صاحب قبلہ مدظلہ مارہروی کو دی تو آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا تھا: **''قلندرؔ صاحب! اب دنیا میں ایسی شخصیت نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے''۔ آمین۔**

ع ایسا کہاں سے لائیں کہ اُن سا کہیں جسے

بیعت وخلافت:

تاج دار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، آقائے نعمت حضور مفتیِ اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ نے مؤرخہ ۲۴؍ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ م ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو بیعت واجازت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد حسب موقع، مندرجۂ ذیل حضرات مشائخ کرام نے آپ کو اپنی اپنی خلافت واجازت سے نوازا۔

(۱) آپ کے مرشد برحق، حضور مفتیِ اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی (۱۹۶۲ء)
(۲) شہزادۂ حضور غوث اعظم حضرت سید شاہ پیر علاء الدین طاہر گیلانی (۱۹۸۳ء)
(۳) استاذ محترم شارح بخاری حضرت علامہ شاہ مفتی شریف الحق امجدی (۱۹۹۴ء)
(۴) نقیب الاشراف حضرت سید شاہ یوسف گیلانی بغدادی (۱۹۹۹ء)
(۵) شیخ طریقت حضرت علامہ شاہ محمد فضل الرحمٰن مدنی علیہم الرحمۃ والرضوان (۲۰۰۱ء)
(۶) رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر صاحب قبلہ مدظلہ مارہروی (۲۰۰۷ء)

فیضانِ مرشدانِ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان:

آپ کو بریلی شریف میں تقریباً ۴/سال تک اپنے مرشد گرامی کی کامل صحبت نصیب ہوئی، اس کے بعد کم وبیش ۲۶/سال تک سفر وحضر میں خدمت ومعیت کا زرین موقع فراہم ہوا۔ یعنی آپ اپنے ''شیخ طریقت حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ'' کی تیس سالہ خدمت اور خصوصی توجہ نیز فیضان کرم سے مالامال ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ اپنے پیر کے مرید ہی نہیں بلکہ ''مراد'' بن گئے۔ پھر ساری زندگی اپنے بزرگوں اوران کے مرشدان کرام کے فیوض وبرکات کو عوام وخواص میں یکساں تقسیم کرتے رہے۔

دارالعلوم امجدیہ ناگ پور (مہاراشٹر):

''دارالعلوم امجدیہ ناگ پور'' حضرت والا علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کا ایک خوب صورت شاہکار ہے۔ وسط ہند کے وسیع وعریض اور مشہور ومعروف شہر ناگ پور (مہاراشٹر) میں یکم ذوقعدہ ۱۳۸۵ھ م ۲۳/فروری ۱۹۶۶ء کو آپ نے دارالعلوم امجدیہ قائم کیا۔ اور اس کے روزِ اول ہی سے تدریسی وتنظیمی خدمات انجام دیتے ہوئے اُسے بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ خدا جانے اس ''مرکزی درس گاہ'' سے اب تک کتنے حافظ، قاری، عالم، فاضل، مفتی، محقق، مدرس، مبلغ، مناظر، محدث اور مفسر تیار ہو کر نکلے اور علم دین کی خدمت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے وقف ہو گئے۔ بانی ومہتمم کی حیثیت سے صرف آپ نے اپنے قائم کردہ جامعہ (الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور) ہی کو اپنا ''مرکوز خاطر اور مرکز نظر'' نہیں بنایا بلکہ اپنی نظر کیمیا اثر، سے دیگر جامعات ومدارس ومکاتب کے قیام واستحکام پر بھی ''نظرِ التفات'' رکھی تاکہ وہ بھی خوب پھلیں اور پھولیں نیز خدمت دین وسنیت کرتے رہیں۔

یوں تو ملک اور بیرون ملک میں کتنے ہی ادارے، جامعات، مدارس ومکاتب آپ کی صدارت وسرپرستی میں دینی اور علمی خدمات انجام دے رہے ہوں گے۔

تاہم[1] اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فضل وکرم اور حضرت والا کی خصوصی دعاؤں اور رہنمائی سے ''جامعہ رضائے مصطفیٰ گلشن رضوی رائچور (کرناٹک) اور جامعہ انوار رضا نوساری (گجرات)'' کو جو بلندیاں اور ترقیاں حاصل ہوئی ہیں، انھیں دیکھتے ہوئے دونوں کو اگر حضور اشرف الفقہا کی ''دو آنکھیں'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ خدا کرے ان دونوں آنکھوں میں ان کا ''روحانی نور'' ہمیشہ باقی رہے ؎

ارباب چمن اُن کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ وہ اپنا نشاں چھوڑ گئے ہیں

درس وتدریس:

آپ علیہ الرحمہ تدریس کی جہاں بہترین استعداد وصلاحیت رکھتے تھے وہیں مشکل ترین مباحث ومضامین بھی طلبہ کے ذہن وفکر میں آسانی سے اتارنے کی غیر معمولی قدرت رکھتے تھے۔ چنانچہ راقم الحروف کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ''درس گاہِ اشرف'' میں طلبہ نہایت ہی شریف، باادب، حاضر ذہن اور ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھتے۔ اس کے باوجود اُن کی جسمانی حاضری کے ساتھ ذہنی حاضری پر گہری نظر رکھتے۔ دوران درس کبھی اچانک کسی سے درسی سوال فرما لیتے۔ اگر جواب نہیں ملتا تو فرماتے: یہ دیکھیے! ان کا ذہن حاضر نہیں تھا۔ جب درس گاہ میں داخل ہوتے تو پورے کلاس روم کی صفائی پر توجہ فرماتے۔ فرش، تپائی، کتابیں نیز دیگر لوازمات درس گاہ کو اگر باسلیقہ پاتے تو درس کا آغاز فرماتے۔ ورنہ پہلے اس کی مناسب اصلاح فرماتے۔ پھر درس کا آغاز فرماتے۔

ویسے تو آپ کو تمام علوم وفنون محبوب تھے خصوصاً فن تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ اور بلاغت ومعانی زیادہ مرغوب تھے۔ ''درس گاہِ مجیبی'' میں ہر کتاب کا درس بڑا پُر مغز ہوتا

---

[1] جامعہ ہٰذا کے لیے حضرت عمدۃ المحققین علامہ الحاج شاہ مفتی غلام محمد خان صاحب علیہ الرحمہ وناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد حسینی صاحب قبلہ مدظلہ کی دیرینہ مخلصانہ خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، وہ اپنی جگہ مسلّم ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ مجلۂ دینی ''گلشن رضوی رائچور'' میں کئی صفحات پر اس کی تفصیل رقم کر دی گئی ہے۔

لیکن جب تفسیر جلالین کا درس دیتے اور ''وجوہات تفسیر'' بیان فرماتے تو طلبہ کی روح جھوم اٹھتی۔ کم فہم اور کم ذوق طالبانِ علوم بھی مستفید و مستفیض ہوتے۔ سوال کرنے پر ہرگز ناراض نہیں ہوتے بلکہ خوش ہوتے۔ کبھی حوصلہ افزائی فرماتے۔ کبھی سوال کی بھی اصلاح فرماتے۔ پھر فرماتے: سوال ایسا نہیں، بلکہ ایسا کرنا چاہیے۔ بعدۂ اس کا عام فہم اور دل نشیں انداز میں اطمینان بخش جواب عنایت فرما کر پوچھتے: سمجھ میں آیا؟ اگر طلبہ جی ہاں! کہتے تو آگے درس دیتے۔ ورنہ دوبارہ کسی مثال سے تفہیم فرماتے یہاں تک کہ قلب وفکر کے دریچے کُھل جاتے اور بات سمجھ میں آ ہی جاتی۔ دل گلشن گلشن ہو جاتا۔ اور جب اُن کے چہروں پر بشاشت دیکھتے تو بڑے خوش ہوتے۔ پھر اگلے جملے ارشاد فرماتے۔

بارگاہِ نبوی میں پہلی حاضری اور استغاثہ:

خدا جانے کب کب اور کہاں کہاں آپ نے ''دربار نبوی میں حاضری'' کی دُعا کی ہوگی۔ آخر، مجیب الدعوات جلّ وعلا نے آپ کی دُعا کو مستجاب فرما کر حاضری کے اسباب پیدا فرما دیے۔

جب داعی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گنبد کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں آپ کو یاد فرمالیا تو آپ مواجہہ شریف میں بصد ادب واحترام حاضر ہوئے۔ صلاۃ وسلام اور دعاؤں کے ہمراہ ایک ''استغاثہ'' پیش کیا۔ اُس میں کیا کیا طلب کیا، نوازنے والے خدا کے حبیب جانیں یا طلب کرنے والے مفتی مجیبؔ جانیں۔ تاہم سترھویں یا اٹھارھویں مرتبہ حج وزیارت سے فراغت کے بعد ایک موقع سے اس استغاثے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ۱۴۰۴ھ م ۱۹۸۴ء کو جب بارگاہِ نبوی میں پہلی مرتبہ میری حاضری ہوئی تھی تو میں نے یہ ''التجا'' کی تھی:

یارسول اللہ! یہ میری ''پہلی حاضری'' ہے، خدارا ''آخری حاضری'' نہ ہو۔ آپ بار بار مجھ پر کرم فرماتے رہیں اور میں بار بار آتا رہوں۔ آپ اپنی ''بارھویں شریف'' کے صدقے میں کم از کم ''بارہ مرتبہ'' مجھے اذن حاضری عطا فرمائیے!

یہ دیکھیے! میرے سرکار مالک ومختار ﷺ نے مجھے میری طلب (بارہ مرتبہ حاضری) سے بھی زیادہ نوازا ہے ۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

تقریر و خطابت:

آپ اہل سنت کے ایک ''عظیم خطیب'' کی حیثیت سے اپنے علمی، فکری، اصلاحی اور عرفانی خطابات سے تقریباً ۶۶ رسال تک دین وسنیت کی مخلصانہ خدمات انجام دیتے رہے ۔چوں کہ آپ کے خطاب کا انداز سب سے جداگانہ، انوکھا اور نرالا تھا۔اس لیے آپ اپنے مخصوص مفسرانہ اسلوب، محدثانہ انداز، عارفانہ شان، عالمانہ وقار اور مقررانہ لب و لہجے سے سامعین کی فکر و اعتقاد کی اصلاح فرماتے تھے۔خدا جانے، آپ کی تقریر و خطابت سے کتنے گمراہ، راہِ راست پر آ گئے ۔کتنے بدعقیدہ، خوش عقیدہ ہو گئے؟ کتنے ''صلح کلی'' پہلے مسلک اعلیٰ حضرت کی جانب ''مائل'' پھر اس کے ''قائل'' بعدہٗ اس کے ''عامل'' ہوتے چلے گئے ۔آپ کا خطاب بہت ہی پُر اثر ہوتا تھا۔کیوں کہ آپ نہایت اخلاص نیت اور تقویٰ قلب کے ساتھ تقریر فرماتے تھے۔اس کا ایک راز یہ بھی تھا کہ سرکار مفتیِ اعظم نے آپ کو فن خطابت کے اسرار و نکات کی تفہیم بھی فرما دی تھی۔اور ہمیشہ دعاؤں کا فیضان، آپ پر سایہ فگن رہا۔وقت، حالات اور موضوع کی بہر حال آپ رعایت فرماتے ۔''مشکل مضمون'' کو عام فہم مثالوں کے ذریعہ ذہن و دماغ میں آسانی کے ساتھ اتار دیتے ۔کبھی ایمان افروز اور سبق آموز واقعات بھی بیان فرماتے ۔احکام اسلامی خصوصاً فرائض وواجبات کی ادائیگی اور صوم وصلاۃ کی پابندی کی تاکید فرماتے ۔''بدعقیدگی'' اور ''بدعقیدوں'' کا دلائل سے ردّ بلیغ فرماتے ۔اہل سنت کو ''مسلک اعلیٰ حضرت'' پر ہمیشہ گامزن رہنے کی تلقین فرماتے ۔کبھی مضمون کی مناسبت سے کسی آیت کی اپنے مخصوص لہجے میں تلاوت فرماتے تو کلام الٰہی کی عظمتوں سے مجمع پر سناٹا چھا جاتا بلکہ سامعین پر وجد

کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ اور جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کسی نعتیہ شعر کی تشریح فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا کہ اعلیٰ حضرت کے مافی الضمیر کو آپ کے قلب میں اِلقا کر دیا گیا ہو اور آپ اس کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ اور جب کلامِ رضاؔ کو اپنے پُر سوز لہجے اور خوش الحانی میں پڑھتے تو حاضرین سراپا گوش بن کر سماعت کرتے یہاں تک کہ جلسے میں سماں بندھ جاتا اور فضا وجد آفریں نعروں سے گونج اُٹھتی۔

تبلیغی دورے:

آپ نے بیرونی ممالک کے بھی کئی مرتبہ دورے فرمائے مثلاً عرب شریف (حرمین شریفین)، مصر، ایران، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، نیپال، سری لنکا اور پاکستان وغیرہا جب کہ تقریباً سال بھر اپنے ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کا بھی "تبلیغی دورہ" فرماتے ہی رہتے تھے۔ جس دیہات یا شہر میں آپ کی آمد ہوتی، وہاں علمی اور روحانی بہار آجاتی۔ "مسلک اعلیٰ حضرت" کی اشاعت ہونے لگتی۔ بتدریج مساجد و مدارس و مکاتب کا تعمیری کام شروع ہو جاتا۔ یہاں تک کہ اُن علاقوں میں فضلا، علما، حفاظ و ائمہ کی کثرت ہونے لگتی۔

بیعت و اِرادت:

آپ نے اپنے خطابات کے علاوہ بھی بیعت و ارادت کے ذریعے بے شمار مسلمانوں کے ایمان و عقائد کا تحفظ کیا۔ افکار رضا کی خوب خوب تشہیر کی۔ اور ساری زندگی "مسلک اعلیٰ حضرت" کی ترویج و اشاعت کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے "روحانی فیض" حاصل کرنے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ لاکھوں کو پہنچ گئی۔

دُعا و تعویذ:

آپ صرف "عالم" ہی نہیں بلکہ "عامل کامل" بھی تھے۔ "دُعا و تعویذ" کے ذریعے بھی حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے۔ جیسے آپ کے وعظ و نصیحت میں اثر تھا

ویسے ہی آپ کے عطا کردہ ’’تعویذات‘‘ میں بھی شافیِ مطلق نے شفا رکھی تھی۔جہاں تشریف لے جاتے اور جب تک قیام کرتے ضرورت مندوں کا اژدحام امنڈ پڑتا۔روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے اور دُعا وتعویذ لینے کے لیے امیر بھی آتے اور غریب بھی۔ مدرسین بھی آتے اور مبلغین ومقررین بھی۔سجادہ نشین بھی آتے اور علماے دین بھی۔ مخلصین ومحبین بھی آتے اور مفسدین وحاسدین بھی۔کبھی کبھی کفار ومشرکین بھی آتے اور اعداے دین بھی۔اپنی اپنی بیماریوں اور پریشانیوں کو بیان کرتے‘ آپ بغور سماعت فرماتے۔پھر کسی کو تعویذ عنایت فرماتے تو کسی کو دم کیا ہوا پانی دیتے۔کسی کو وظیفہ بتاتے تو کسی کو مفید مشوروں سے نوازتے۔کسی کو خطرات سے آگاہ کرتے تو کسی کو دعاؤں سے سرفراز فرماتے۔قصہ مختصر یہ کہ آپ کسی کو مایوس نہیں لوٹاتے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو) پر اتنا یقین کامل تھا کہ ناامید کو بھی پُر امید بنا کر گوہر مراد عطا کرتے۔کبھی کسی سے دُعا وتعویذ پر کوئی معاوضہ نہیں طلب کرتے اور نہ ہی اس کی طمع کرتے۔اسی طرح آپ اپنی ساری زندگی فی سبیل اللہ خدمت خلق کرتے رہے۔

اگر کسی مسلمان کو خلافِ شرع کام کرتے ہوئے دیکھتے تو جارحانہ نہیں بلکہ مشفقانہ اور مصلحانہ لب ولہجے میں اس کی اصلاح فرماتے۔اپنی پچاسی سالہ عمر تک بھی اصلاح وتصحیح کا کام ترک نہیں فرمایا۔اسی طرح اگر کوئی دینی یا دنیوی سوال کرتا تو نہ اس کو جھڑکتے اور نہ ہی اس پر ناراض ہوتے بلکہ اس کے ذہن کے مطابق اطمینان بخش جواب عنایت فرماتے۔

تصنیف وتالیف:

غیر معمولی مصروفیات کے باعث آپ کو تصنیف وتالیف کا موقع بہت کم ملا‘ تاہم آپ کا معمول یہ تھا: جب کبھی سفر وحضر میں کچھ فرصت کے لمحات میسر ہوتے تو اپنے قلم کو جنبش دیتے اور چند صفحات قلم بند فرمالیتے۔’’قطرہ قطرہ دریا شود‘‘ کے مطابق‘ آخر

آپ کی چند تصانیف معرض وجود میں آہی گئیں مثلاً فتاویٰ اشرف الفقہا (غیر مطبوعہ) المرویات الرضویہ وخطبات اشرف الفقہا (زیر طبع) تابش انوار مفتیِ اعظم اور مسائل سجدۂ سہو وغیرہا (مطبوعہ)۔ آپ کے ''خطاب نایاب'' کی طرح آپ کا ''اردو ادب'' بھی بڑا دل کش اور دل پذیر تھا۔ **چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:**

(۱)

(۱۹۷۲ء کی بات ہے، مکہ مسجد حیدر آباد کے عظیم الشان جلسے میں حضور مفتیِ اعظم کے ہمراہ آپ بھی موجود تھے۔ چناں چہ آپ نے اپنی کتاب ''تابش انوار مفتیِ اعظم''، ص: ۱۴۰ پر اس طرح وہاں کی منظر کشی کی ہے:)

''پورا علاقہ، نعرہائے تکبیر ورسالت سے گونج پڑا، دیوانوں کی بھیڑ نے کار کو (جس میں حضرت مفتیِ اعظم جلوہ افروز تھے) آگے بڑھنے سے روک دیا، اتنے میں پولیس انتظامیہ نے بروقت پہنچ کر بھیڑ پر کنٹرول کرلیا اور حضرت والا کی کار کو گھیرے میں لے کر آہستہ آہستہ مکہ مسجد کے صدر دروازے تک پہنچادیا اور پھر کار سے اتار کر حضرت اقدس علیہ الرحمہ کو بڑی مشکلوں کے ساتھ شہ نشیں تک لے گئے، اس وقت مشتاقان جمال یار کے شوقِ دیدار کا منظر قابل دید تھا، میں نے اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کبھی ایسا پُر کیف منظر دیکھا ہے اور نہ اب دیکھنا میسّر ہو سکے گا۔

شہ نشیں پر علما و مشائخ کے بیچ، ایک مخصوص نمایاں جگہ محفوظ تھی جو خاص حضرت کے لیے سجائی اور بنائی گئی تھی۔ حضرت والا تبار، شہ نشیں کے جیسے ہی قریب پہنچے، تمام علما ومشائخ نے پرتپاک باادب استقبال کیا اور پورے احترام کے ساتھ حضرت قبلہ کو اُن کی جگہ بٹھادیا گیا۔ جب سرکار مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ نے باآں جاہ وجلال شہ نشین پر رونق اجلال فرمایا تو یہ نورانی، پُر وقار منظر ایسا لگتا تھا کہ وُزرائے وفا شعار اور خادمان دربار کے درمیان، شہنشاہ عالی وقار، جلوہ بار ہے یا چمکتے دمکتے ستاروں کے ہجوم میں ''بدر کامل'' ضیا بار ہے۔''

(۲)

(ادیب شہیر حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی گھوسوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''گُل قدس'' پر آپ علیہ الرحمہ کی تقریظ کے چند جملے ملاحظہ فرمائیں:)

ڈاکٹر شکیل اعظمی صاحب جہاں ادبی چمنستان کے سرسبد پھول ہیں وہیں بوستان شریعت کی عطر بیزیوں سے معطر بھی ہیں۔ موصوف میں پیر و مرشد سرکار مفتیِ اعظم نوری بریلوی علیہ الرحمہ کا عرفانی سوز وگداز بھی ہے۔ استاذ مکرم ابوالفیض حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا روحانی وقار بھی ہے۔ مربی شفیق شارح بخاری حضور مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ کا تحقیقی مزاج بھی ہے۔ اور نعت گوئی میں سرکار اعلیٰ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے حزم واحتیاط کا رنگ وآہنگ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت گوئی کے میدان میں آپ کی روش بڑی محتاط نظر آتی ہے۔ اس راہ پُر پیچ پر بھی نہایت چابک دستی کے ساتھ گزرجانے کا آپ کو ہنر آتا ہے۔

آپ کی کہی ہوئی نعتوں کا یہ مجموعہ انتہائی وقیع ورفیع ہے۔ جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ شکیل صاحب نے جو کہا ہے وہ قلبی واردات کی صحیح عکاسی ہے۔ تصنع کی سحرکاری نہیں بلکہ جذبہ حب رسول کی پُرکاری ہے۔ اس کے علاوہ ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے اردوے معلیٰ کی ادبی چاشنی بھی اس میں ملے گی۔ عروضی ہم آہنگی کا جلوہ بھی نظر آئے گا۔ خوب صورت تشبیہات، دل آویز استعارات، برجستہ تلمیحات، ذہن رسا اشارات، نادر ترسیلات، سلاست، شائستگی، برجستگی سب خوبیاں ملیں گی۔ اسی طرح موصوف کا کلام جہاں اہل محبت کے لیے خنک آگیں آبشار ہے وہیں اہل شقاوت کے لیے خنجر خوں خوار برق بار ہے۔"

فن خوش خطی:

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو خوش اخلاق، خوش بیان، خوش گلو اور خوش مزاج بنایا تھا وہیں آپ کو فن خوش خطی سے بھی آراستہ فرمایا تھا۔ آپ کی قلم برداشتہ دو تحریروں کے حروف والفاظ کی نشست و کرسی، ان کی جسامت وصفائی اور بین الحروف وبین السطور کے فاصلۂ مساوی کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

(۱)

(جامعہ رضائے مصطفیٰ رائچور کے طلبہ وطالبات کے لیے ترتیب دیے گئے رسالے ’’نزہتِ نگارش‘‘ (۱۴۳۴ھ) کو آپ کی مندرجہ ذیل ’’خوب صورت تحریر‘‘ سے سجایا گیا تھا:)
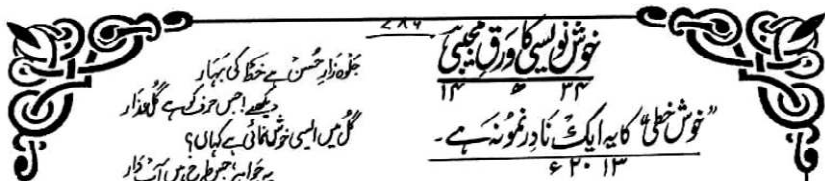
۷۸۶

خوش نویسی کا ورقِ مجیبی

۱۴۳۴ھ

جلوہ زارِ حُسن ہے خط کی بہار
دیکھیے! جس حرف کو ہے گُلعذار
گُل میں ایسی خوش نمائی ہے کہاں؟
یہ جواہر جس طرح ہیں آب دار

’’خوش خطی‘‘ کا یہ ایک نادِر نمونہ ہے۔

۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی المجید والصلاۃ والسلام علی نبیہ العزیز الفرید وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو دو اہم چیزوں سے بنایا ہے، ان دونوں میں سے ایک نظر آتی ہے اور دوسری نظر نہیں آتی، نظر آنے والی کو جسم کہتے ہیں، اور نظر نہ آنے والی کو روح کہتے ہیں، پھر جسم کا روح سے جب تک رشتہ قائم رہتا ہے زندگی باقی رہتی ہے اور جب یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو موت طاری ہو جاتی ہے، ان دونوں میں روح جو نظر نہیں آتی وہی اصل ہے، جسم کا سارا زور اور بھرم روح سے قائم ہے بدن سے روح نکل جانے کے بعد بدن کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے یا آگ میں جلا دیا جاتا ہے، دنیا کی تمام چہل پہل اور ترقی کا مدار انہیں دونوں کی سلامتی اور بقا پر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آخرت کی سعادت ونجات کے لیے مسلمانوں کو دو اہم چیزیں عطا فرمائی ہیں، ایک نظر آنے والی دوسری نظر نہ آنے والی۔ نظر آنے والی چیز کو عمل کہتے ہیں، اور نظر نہ آنے والی چیز کو ایمان کہتے ہیں عمل کا رشتہ جب تک ایمان سے باقی رہتا ہے وہ انسان مومن اور مسلمان رہتا ہے، اور جب ایمان وعقیدہ خراب ہو جاتا ہے تو عمل کا رشتہ ایمان سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر کفر کی موت طاری ہو جاتی ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایمان اصل ہے، عمل صالح کا تمام حسن وجمال ایمان وعقیدہ کی صحت وسلامتی سے قائم ہے اگر عمل سے حسن اعتقاد کی روح نکل گئی تو کل قیامت میں ایسا عمل جہنم کے بھڑکتے انگارے میں ڈال دیا جائے گا، قرآن مجید فرماتا ہے عاملۃ ناصبۃ تصلیٰ ناراً حامیۃ یعنی عمل کرے مشقت جھیلے اور جائے جہنم کے بھڑکتے انگارے میں۔ اس لیے ایمان وعقیدہ کی صحت وسلامتی کا خیال ہر لمحہ ہر قدم ہر حال میں رکھنا فرض عین ہے، کسی کا یہ کہنا کہ عقیدے وقیدے کے چکر میں نہ پڑو عمل کرو عمل کرو اور بس ایسا کہنا سراسر فریب اور اسلام مخالف پروپیگنڈا ہے۔ فقط

محمد حبیب الرحمٰن
الجامعۃ الرضویہ دار العلوم الجدید
رائچور
۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ
مطابق ۲۰ اپریل ۲۰۱۳ء
نزیل بنگلور

نگارشِ کاشفِ اسرار

۱۴۳۴

نمونۂ سلف، مظہرِ اہلِ سنت، اشرف الفقہا حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد مجیب اشرف قبلہ مدظلہ العالی کی ایک خوب صورت ’’تحریر دل پذیر‘‘۔

یہ وہ مضمون ہے جسے احقر کی خواہش پر حضرت والا مدظلہ نے قلم برداشتہ رقم فرمایا تھا (وقتِ تحریر عمر شریف ۷۷ رسال تھی) تبرکاً پیش ہے۔

(۲)

(الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگ پور کی شاخ ”دارالعلوم رضائے مصطفےٰ رائچور“ کو ”شاخ“ سے ”مرکز“ بنانے والی مرکزی تحریر:)

786/92

☎: 729161(O)
765349(R)

الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ گانجہ کھیت ناگپور

MAJLIS-E- TAULIYAT
Al Jamiatur Razavia Darul Uloom Amjadia
Ganjakhet Nagpur (M.S.)

मजलिसे तौलियत
अलजामेअतुर्रज़विया दारुल उलूम अमजदिया
गांजाखेत, नागपुर (महाराष्ट्र)

Ref. No.

Date 7:12:2014

۴۸۶/۹۲

باسمہ تبارک وتعالیٰ

جماعت اہلسنت کی یہ دینی علمی درسگاہ ”جامعہ رضائے مصطفےٰ گلشن رضوی“ شہر رائچور میں مورخہ ۱۶ر جون ۱۹۸۸ء کو عالم وجود میں آئی، پھر ۲۰ر ستمبر ۱۹۸۹ء کو وسط ہند کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور سے اسکا الحاق کیا گیا

چنانچہ مرکز کی نگرانی میں بحمدہ تعالیٰ یہ ادارہ تعلیمی، تعمیری اور دینی وملی مخلصانہ خدمات کے باعث روز افزوں ترقی کرتے ہوئے آج صوبۂ کرناٹک کے مدارس اہل سنت میں سر فہرست نظر آرہا ہے، جو ایک شاخ نہیں بلکہ تناور درخت بن چکا ہے، لہٰذا مرکز ”الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور“ اب اس کی گرانقدر خدمات کی تصدیق کرتے ہوئے ادارہ کو علاقہ دکن میں مسلک اہل سنت (مسلک اعلیٰحضرت) کا مرکز قرار دیتا ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

ہم سب کی دعا ہے کہ رب قدیر جل مجدہٗ اپنے حبیب بشیر و نذیر کے طفیل ادارہ کو مزید ترقی عطا فرمائے، اور اسکو حوادثات روزگار اور نگاہ بد سے بچائے آمین آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم فقط

محمد محبوب [illegible]

بانی ومہتمم الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور

و صدر متولی جامعہ رضائے مصطفےٰ

گلشن رضوی رائچور

مورخہ ۱۳ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

مطابق ۷ر دسمبر ۲۰۱۴ء بروز یکشنبہ

شعروشاعری:

بے شک شعروشاعری کی دنیا میں جہاں زبان وبیان، ندرت وجدت، شستگی وبرجستگی، صنائع وبدائع اور محاسن لفظی ومعنوی نیز اصول فنّ شاعری کی تعمیل لازم ہوتی ہے وہیں ”نعتیہ شاعری“ میں صرف زبان وبیان کی شیرینی اور فکر وخیال کی پاکیزگی ہی درکار نہیں ہوتی بلکہ اُس کے لیے ”سچے جذبات اور عشق رسول“ کی چاشنی بھی بنیادی شرط ہوتی ہے۔ اور جس شاعر کو ”نعت گوئی“ کی سعادت نصیب ہوتی ہے، دراصل اس کے لیے وہ ”نعمت وبشارت“ ہوتی ہے۔ چناں چہ حضرت والا کو بھی اِس نعمت (حمد ونعت ومنقبت گوئی)

سے حصہ نصیب ہوا تھا۔اسی لیے فن سخن وری سے بھی یک گونہ تعلق رکھتے تھے۔آپ کی تحریر کردہ نعتیں اور منقبتیں ''معارف اشرف الفقہا'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔تاہم یہاں اُن کے علاوہ ''خوشی وغم'' کے موقع پر نظم کردہ دو ایک کلام پیش ہیں:

(۱)

(مجاہد سنیت حضرت مولانا محمد عبد الحبیب صاحب قبلہ (بانی رضا دار الیتامیٰ تاج نگر ٹیکہ ناگ پور) کی شادی (۱۷رشوال ۱۴۰۷ھ م ۱۴رجون ۱۹۸۷ء) کے موقع پر آپ نے ''سہرا'' تحریر فرمایا تھا اس کے چند اشعار یہ ہیں:)

نگاہِ شوق ذرا دیکھ تو یہ رنگ چمن — روش روش ہے سجی اور کلی کلی ہے مگن
جمال سنت نبوی، جلال حکم خدا — بسائے دل میں کوئی آگیا ہے سوئے چمن
چلے گا دورِ خرافات کب تلک یارو! — اَب آؤ! توڑ دیں رسم ورواج کے بندھن
اصول دین نبی کے حسیں اُجالوں میں — مٹادو ''حسن عمل'' سے ہر ایک رسم کُہن
طفیل سیدی سرکارِ مفتیِ اعظم — رہیں سلامت وآباد یہ دولھا و دُلہن
مرے عزیز! سلامت رہو ہزار برس — بہارِ زیست کی باقی رہے سدا یہ پھبن
حسین سہرے کی لڑیاں مچل کے کہتی ہیں — حبیبؔ! تم کو مبارک ہو! دو دلوں کا ملن
دعا ہے اشرفؔ رضوی کی اپنے مولیٰ سے — حبیبؔ وعارفہ بن جائیں ایک دل، دو تن

(۲)

عزیز العلما حضرت مولانا الحاج غلام مصطفیٰ صاحب برکاتی (بانی دار العلوم انوار رضا نوساری گجرات) کے جواں سال صاحب زادہ مولانا حافظ محمد مرتضیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال پُر ملال (۵رذوالحجہ ۱۴۴۰ھ م ۷راگست ۲۰۱۹ء) پر قلم برداشتہ ''چند دعائیہ اشعار'' یوں قلم بند فرمائے تھے:)

صدمۂ مرگ ذوالقدر (۱۴۴۰ھ)

وہ ''محمد مرتضیٰ'' جو حافظ قرآن تھا — سوئے جنت چل دیا جو عالم ذی شان تھا
ڈوب کر ''پانی'' نہیں ''جام شہادت'' پی لیا — کیا خبر تھی؟ مرتضیٰؔ! تو اتنا عالی شان تھا
جس کی مرگِ ناگہانی نے کیا سب کو نڈھال — آہ! رخصت ہوگیا، جیسے کوئی مہمان تھا
اے غلامِ مصطفیٰ! ہو تیری ہمت کو سلام — تیرا یہ صبر وتحمل، رب کا اک فیضان تھا
تیری تربت پر ہمیشہ بارشِ انوار ہو — اشرفؔ خستہ جگر کا تو بھی اک ارمان تھا

کچھ یادیں، کچھ باتیں

اس خادم کو یوں تو حضرت والا علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت میں رہ کر بہت کچھ دیکھنے، پوچھنے، سیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملا، تاہم وہ سب کچھ چند قطروں سے زیادہ نہیں کیوں کہ آپ دراصل علم و فضل کا ایک دریا تھے۔ اسی لیے آپ کی علمی و عملی جلالت اور فضل و کمال کی وجاہت نیز خدمات دینیہ کی کثرت کا احاطہ کرنا اس کم علم سے ممکن ہی نہیں۔ یہ تو حضور والا کے خلفا و تلامذہ و مریدین میں سے جو اہل علم و قلم اور اہل نظر ہیں ان کا کام ہے کہ وہ ان کے ''دینی کارناموں'' کو اہل سنت کے لیے محفوظ کر دیں تو یہ اُن حضرات کا ''کارنامہ'' ہوگا۔ کیوں کہ بزرگوں کے ''تاریخی کارناموں'' کو محفوظ کرنا بھی ایک ''کارنامہ'' ہوتا ہے۔ یہاں چند اپنی یادوں کو قلم بند کر کے ایک ''عملی نمونہ'' پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں:

(۱) کیا اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے؟

احقرؔ کے دورِ طالب علمی میں ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

مومن پورہ ناگ پور کے ایک جلسے میں کسی مقرر نے عقائد باطلہ کا رد کرتے ہوئے یہ کہا تھا: میرے بزرگو اور بھائیو! ۔۔۔۔اِسی طرح کچھ لوگوں (تبلیغیوں) کا یہ بھی عقیدہ ہے: ''خدا جھوٹ بول سکتا ہے'' (معاذ اللہ) ۔۔۔۔۔۔۔میں نے اپنی زندگی میں یہ تعجب خیز بات پہلی مرتبہ سنی تھی۔ اس لیے مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ بھلا کوئی مسلمان یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے؟ خیر! عرصہؔ دراز کے بعد ایک ایسے طالب علم (جس کا نام غالباً عبد المجید یا عبد الحمید تھا) سے حیدر آباد میں میری ملاقات ہوئی جو ''دار العلوم حیدر آباد'' میں عالمیت کی تعلیم حاصل کر رہا تھا (یہ ناچیز بھی اس وقت، دار العلوم امجدیہ ناگ پور میں شعبۂ عالمیت کا طالب علم تھا۔) اس سے گفتگو کے دوران مجھے اچانک وہ بات یاد آئی جو میں نے بہت پہلے سنی تھی چناں چہ اس کی تصدیق کے لیے اس سے سوال کیا: ''کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟'' اس نے

برجستہ جواب دیا: ہاں! میں نے انتہائی حیرت سے پوچھا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: قرآن میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں تو اسے دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ گیا کیونکہ اس نے قرآن کریم کی آیت پڑھ کر ترجمہ کر دیا تھا۔ میری حیرانی پر اس نے مجھے سمجھانا شروع کر دیا: دیکھو بھائی! اللہ تعالیٰ دن کو رات سے اور رات کو دن سے بدل سکتا ہے نا؟ میں نے کہا: ہاں! صبح کو شام سے اور شام کو صبح سے بھی بدل سکتا ہے نا؟ میں نے کہا: ہاں! اسی طرح "بینا" (انکھیارے) کو "نابینا" اور "نابینا" کو "بینا"، "زندے" کو "مردہ" اور "مردے" کو "زندہ" بھی کر سکتا ہے نا؟ میں نے کہا: ہاں! تو پھر غور سے سنیے! اس نے زور دیتے ہوئے کہا: دن کو رات سے اور رات کو دن سے بدلنا ایک چیز ہے۔ صبح کو شام سے اور شام کو صبح سے بدلنا ایک چیز ہے۔ یوں ہی "بینا کرنا" ایک چیز ہے۔ "نابینا کرنا" ایک چیز ہے۔ "زندہ کرنا" ایک چیز ہے۔ "مردہ کرنا" ایک چیز ہے۔ "سچ بولنا" ایک چیز ہے اور "جھوٹ بولنا" بھی ایک چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس میں تعجب کی بات کیا ہے؟

اچھا! ایک بات اور بولوں؟ اُس نے مجھ سے پوچھا: بتائیے! بندہ سچ بول سکتا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: بول سکتا ہے۔ پھر اُس نے کہا: جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: بول سکتا ہے۔ تب اُس نے کہا: اب آپ ہی غور کر لیجیے! یہ "بندہ" ہو کر سچ اور جھوٹ دونوں بول سکتا ہے اور وہ خدا ہو کر نہیں بول سکتا؟ اگر نہیں بول سکتا تو پھر "بندے کی قدرت"، "خدا کی قدرت" سے بڑھ جائے گی نا؟

اور آیت بھی اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ کے بجائے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی بَعْضِ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ سے بدل جائے گی نا؟ یعنی اللہ تعالیٰ بعض اشیا (چیزوں) پر قادر ہوگا اور بعض پر نہیں۔ ابھی یہی گفتگو جاری تھی کہ میرے ایک مخلص دوست محترم حافظ قاری محمد شبیر احمد قادری صاحب مرحوم آ گئے اور انھوں نے کہا: حافظ صاحب! چلیے! ہمیں جلدی چلنا ہے۔ چناں چہ وہ بات وہیں پر موقوف ہو گئی۔ میرے دوست نے بتایا کہ آپ اس سے کیوں

بات کررہے تھے؟ یہ تو تبلیغی تھا، اب آپ نے بھی سن لیانا؟ کیا کیا بک رہا تھا؟ خیر! اس سے ملاقات کے بعد مجھے وسوسے آنے لگے اور سب سے بڑا وسوسہ یہی آتا تھا کہ" آیت بھی اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ° کے بجائے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى بَعْضِ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ° سے بدل جائے گی نا؟

ناگ پور واپسی کے بعد استاذ گرامی حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! ایک مسئلہ سمجھنا ہے! فرمایا: بیٹھو! کیا ہے؟ میں نے مذکورہ واقعہ سنایا: فرمایا: تفسیر جلالین لے آؤ! جب میں کتاب لے کر حاضر ہوا تو فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ° والی آیت نکالو اور پڑھو! میں نے تلاوت کی: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَآءَ قَدِیْرٌ ° فرمایا: سمجھے؟ میں نے عرض کی: حضور ہی وضاحت فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ رُک رُک کر صاف صاف عام فہم جملے یوں ارشاد فرمانے لگے: سب سے پہلے تم یہ سمجھو کہ "شے" (چیز) کسے کہتے ہیں؟

مفسر اعظم حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "شَیْءٍ" کی نہایت مختصر اور جامع تفسیر وتعریف "شَآءَ" سے فرمائی ہے۔ فرمایا: "شَآءَ" یعنی جسے وہ (خدا) چاہے (تو وہ شے ہوجاتی ہے) تو کیا اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنا چاہتا ہے؟ (معاذ اللہ!) میں نے کہا: ہر گز نہیں۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ "جھوٹ بولنا" چاہتا ہی نہیں تو "شے" بنتی ہی نہیں۔ جب "شے" بنتی ہی نہیں تو پھر قدرت اور عدم قدرت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہاں! خدا "سچ بولتا ہے" کیوں کہ وہ اُسے چاہتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے تو وہ "چیز" بن جاتی ہے اور جب "چیز" بن جاتی ہے تو اُس پر اس کی قدرت بھی ہے۔ سمجھے؟ میں نے کہا: الحمد للہ! سمجھ میں آگیا۔ اب بتائیے! اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ° کی آیت اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى بَعْضِ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ° سے کیسے بدل جائے گی؟

یہ دیکھیے! بین السطور کی عبارت بھی اسی بات کی تصدیق کر رہی ہے: یُشِیْرُ اِلٰی اَنَّ الشَّیْءَ اِسْمٌ بِمَعْنٰی مَشِیْءٍ اِسْمِ مَفْعُوْلٍ (شیء مصدر ہے یہاں اسم مفعول کے معنیٰ میں

واقع ہے۔) ٹھیک ہے؟ (تنبیہ: اسی موقع پر لفظ ''شَیء'' کے چار معانی ومفاہیم اور امکان کذب وخلف وعید کی بھی قدرے وضاحت فرمائی تھی۔)

پھر فرمایا: میری آخری بات سُن لو! یہ میری نصیحت ہے ہمیشہ یاد رکھنا! بدعقیدہ کی صحبت میں مت بیٹھنا ورنہ وہ یا تو بدعقیدہ بنا دے گا یا دل میں وسوسہ ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے عقیدے کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(۲) ''اِنھوں نے کہا'' کا کیا مطلب؟

دکھا دے یا الٰہی! وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ! تری رحمت برستی ہے

یہ دعا ہمارے حق میں قبول ہو چکی تھی جس کا ثبوت یہ کہ راقم الحروف، حضور سیدی الکریم اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کے ہمراہ، قیامِ مدینہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے وہاں کی روح افزا و شفا بخش ہواؤں اور فضاؤں میں سانسیں لے رہا تھا۔ روزانہ احقرؔ کے ساتھ کوئی نہ کوئی ایمان افروز یا عبرت آموز یا کوئی تاریخی واقعہ پیش آتا۔ غالباً ۳؍ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ کی بات ہوگی، یہ خادم اور مخدوم گرامی حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ مسجد نبوی شریف سے نکل رہے تھے کہ اچانک لوگوں کو ہٹاتے ہوئے جلدی جلدی ایک صاحب پیچھے سے آئے (جیسے کسی نے اُن سے کہہ دیا ہو کہ جاؤ! جلدی جاؤ! دیکھو! وہ جا رہے ہیں۔ تم اُن سے اپنا مسئلہ پوچھ لو۔) اور حضرت کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر متوجہ کیا: حضرت! اُو حضرت! آپ رُک گئے، مڑ کر دیکھا تو ایک صاحب کھڑے ہیں۔ نہایت صحت مند، خوب صورت اور شکل وصورت سے پاکستانی معلوم ہو رہے تھے، کہنے لگے: جی! مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے: فرمایا: کہیے! انھوں نے کوئی مسئلہ پوچھنا شروع کیا۔ تو یہ ناچیزؔ ان دونوں سے اس لیے الگ ہو گیا تاکہ وہ صاحب آپ سے رازدارانہ گفتگو کرسکیں۔ جب ان کی بات مکمل ہو گئی اور وہ جانے لگے تو میں حضرت کے قریب آگیا وہ صاحب ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ آپ نے ان کو بلایا: حاجی صاحب! اُو حاجی صاحب! وہ رُک گئے۔

فرمایا: آپ نے مجھ ہی سے یہ مسائل کیوں پوچھے؟ یہاں تو دنیا بھر کے علما و مفتیان کرام آتے ہیں کسی سے بھی اپنے مسائل پوچھ لیے ہوتے! آخر مجھ ہی سے ملنے کے لیے کس نے کہا؟ (اُس وقت ہم دونوں اندرون مسجد باب مجیدی کے قریب کھڑے تھے وہاں سے نور برساتا گنبد خضرا صاف نظر آرہا تھا) انھوں نے فوراً گنبد خضرا کی جانب ہاتھ یا انگلی اٹھا کر کہا: **''انھوں نے کہا''** بس یہ سنتے ہی میری زبان سے بے ساختہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' نکل گیا پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہی کے کلمات میری زبان پر دیر تک جاری رہے۔ میں انھیں دیکھتے ہی دیکھتا رہ گیا اور وہ یوں نکل گئے۔

کاش! مجھے کچھ موقع ملتا اور میں اُن سے یہ راز جاننے کی کوشش کرتا کہ **''انھوں نے کہا'' کا کیا مطلب؟** کب کہا؟ کہاں کہا؟ کس سے کہا؟ اور کیسے کہا؟ خواب میں کہا یا بیداری میں کہا؟ شاید یہ کوئی راز سربستہ ہوگا اِس لیے ظاہر نہ فرمایا گیا۔ بہر حال انھوں نے گنبد خضرا کی جانب جس ناز بردارانہ انداز میں اشارہ کیا وہ ادا اور **''اِنھوں نے کہا''** والا فقرہ نیز اس وقت کا وہ نورانی منظر خدا کرے یہ خادم تاحیات انھیں یاد رکھ سکے۔

خیر! جب ہم مسجد سے باہر نکلے تو میں نے یہ سوال کیا حضور! کیا آپ ان صاحب کو جانتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اِنھیں دیکھا ہے۔ میری کیفیت جو تھی، تھی۔ خود حضور والا پر بھی عجیب کیف و سرور کا عالم طاری تھا۔ آپ بار بار فرماتے جارہے تھے کہ یہ سب میرے مرشد کی دعاؤں کا اثر ہے۔ میرے مرشد مفتیِ اعظم مجھے بہت دعائیں دیا کرتے تھے۔ یہ اور اسی طرح کے نبوی اعزاز و اکرام پر ہم دونوں گفتگو کرتے ہوئے اپنے ہوٹل ''منزل فیصل'' (اُحد روڈ، مدینۂ منورہ) پر پہنچے۔

(۳) مدینۂ منورہ کا کھچڑا:

یکم ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ م ۳؍جنوری ۲۰۰۴ء جمعہ کے دن، مدینۂ منورہ میں ہمارے ٹور والے باورچی صاحب نے کھچڑا پکایا تھا۔ سب نے کھایا۔ حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ نے بھی تناول فرمایا۔ پھر باورچی اور کھچڑے کی تعریف کرتے ہوئے

فرمانے لگے کہ امسال جو قافلہ (۲۸/افراد پر مشتمل) میرے ساتھ ہے وہ بہت اچھا ہے۔ اس میں اکثر لوگ پڑھے لکھے اور باادب ہیں۔ کبھی کبھی قافلے میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! اُن کے مزاج کی وجہ سے دوسرے لوگ پریشان رہتے ہیں۔ ایسوں کو نباہنا بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ خیر!

ایک سال مدینہ شریف ہی میں ہمارے ٹور والے باورچی نے کھچڑا بنایا تھا۔ اتفاقاً وہ دن بھی جمعہ ہی کا تھا۔ ایک حاجی صاحب کھانا لینے کے لیے مطبخ پہنچے۔ باورچی کو اپنی پلیٹ دی تو اُس نے پلیٹ بھر کر کھچڑا دیا۔ یہ دیکھتے ہی وہ چراغ پا ہو گئے۔ اور پوری قوت سے اُس پلیٹ کو باورچی کی طرف پھینک دیا جس سے سارا کھچڑا زمین پر بکھر گیا۔ اسے ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے: کیا ہے یہ؟ باورچی نے کہا: کھچڑا ہے۔ کہنے لگے: یہ کھچڑا کوئی کھانے کی چیز ہے؟ تمھیں معلوم ہونا چاہیے آج جمعہ کا دن ہے۔ بریانی وِریانی بنانا چاہیے تھا۔ اور پتہ نہیں وہ کیا کیا غصے میں بولے جارہے تھے۔ باورچی بے بس ہو کر سیدھے میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ ذرا کچن کے پاس آ کر دیکھیے' کیا ہو رہا ہے؟ اُس کا دل رکھنے کے لیے میں اُسی کے ساتھ چلا آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کھچڑا بڑی بے دردی کے ساتھ پھینکا گیا ہے۔ دوسرے حجاج بھی وہاں موجود ہیں اور ایک بڑے میاں چلاّ چلاّ کر گفتگو کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے: دیکھیے حضرت! آج مدینے میں بھی یہی کھانے کو مل رہا ہے؟ مجھے یہ منظر دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ میری زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکل گیا: **حاجی صاحب! حضور کے اس پاکیزہ شہر کے پاکیزہ رزق کی اِس طرح توہین کر کے آپ اپنے حج کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں؟** جب انھوں نے میرے تیور کو دیکھا تو مجھ سے معافی مانگنے لگے۔ میں نے کہا: میں کون ہوتا ہوں جو معاف کروں؟ مجھ سے نہیں بلکہ اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے معافی مانگو! اور اُس بیچارے باورچی سے جس کا دل تم نے دکھایا ہے۔ اُس کا کیا قصور ہے؟ اُسے جو کہا جاتا ہے وہ پکا دیتا ہے۔ دراصل احباب نے خواہش ظاہر کی تھی کہ حضرت! ہم لوگ انڈیا میں

''یوم عاشورا'' کے موقع پر کھچڑا کھاتے ہیں' ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں حضرت امام عالی مقام کی یاد مناتے ہوئے کھچڑا کھائیں گے۔ ان کی خواہش پر یہ بنایا گیا تھا۔ اگر آپ کو نہیں کھانا تھا' نہ کھاتے بلکہ واپس کر دیتے۔ پھینک کر رزق کی توہین نہ کرتے۔ بات ''کھچڑے'' کی نہیں بلکہ ''پھینکنے'' (توہین) کی ہے۔

جب حضرت یہ واقعہ ہمیں سنا رہے تھے تو سب پر سکتہ طاری تھا خصوصاً جب آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: **''حاجی صاحب! حضور کے اس پاکیزہ شہر کے پاکیزہ رزق کی اِس طرح توہین کر کے آپ اپنے حج کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں؟** اُس وقت تو راقم آثم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! بظاہر یہ ایک سیدھا سادہ اور درد بھرا جملہ ہے لیکن اس میں کئی ایک سبق آموز اشارے موجود ہیں۔ گویا کہ یہ کہا جا رہا ہے:۔

- ہر حال میں ''رزق خدا'' کا ادب و احترام کرنا چاہیے۔
- ''مدینہ منورہ'' کے تقدس کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھنا چاہیے۔
- ''رزق خدا'' ہو یا ''شہر مصطفٰے'' کسی کی بھی توہین برداشت نہیں کرنا چاہیے۔
- ''اس پاکیزہ شہر'' کے الفاظ کی پاکیزگی' تروتازگی اور اس کی تابندگی کو دیکھیے۔ اس میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو ''پاکیزہ الفاظ'' سے یاد کرنا چاہیے۔
- مدینۂ منورہ میں ''قبولیت حج وزیارت'' کی بھی امید لے کر حاضر ہونا چاہیے۔
- کسی بھی صاحب کی حرکت مذمومہ پر مخلصانہ تنبیہ و اصلاح کرنا چاہیے۔ (کیوں کہ یہ امر بالمعروف کا تقاضا ہے۔)
- نصیحت میں ایسا بلیغ انداز اور لب و لہجہ اختیار کرنا چاہیے کہ حاضرین و سامعین کی بھی اصلاح ہو جائے۔
- اِس دل خراش منظر کو دیکھنے کے باوجود ''بڑے میاں'' کو ''حاجی صاحب'' ہی کے الفاظ سے یاد کیا لہٰذا جذباتی مخاطبت میں بھی ''عزت نفس'' کی رعایت کرنا چاہیے۔

❁ سنگین حالت میں بھی ''علم وحلم'' دونوں کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

❁ **''حاجی صاحب! حضور کے اس پاکیزہ شہر کے پاکیزہ رزق کی اِس طرح توہین کر کے آپ اپنے حج کی قبولیت کی امید رکھتے ہیں؟''**

جہاں اِس جملے کے ذریعے موصوف کو تنبیہ فرمائی وہیں پر ان کو توبہ واستغفار کے لیے بھی اُبھارا۔ اور اللہ کی رحمت سے ''نا امید'' نہیں بلکہ ''پُر امید'' بنایا۔

❁ علما و مبلغین کے لیے بھی اس میں سبق ہے کہ ''لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ'' (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔) پر عمل کرتے کراتے رہنا چاہیے۔

(۴) بے نقطے والا طغرا:

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ کی بات ہے۔ احقر کو معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ استاذ گرامی اشرف الفقہا علیہ الرحمہ چوبیسویں مرتبہ ''حج وزیارت'' کی سعادت سے فیض یاب ہونے کے بعد اپنے قلب ونظر میں مکی مدنی جلوے بسا کر ''علمی وروحانی جواہر پارے'' تقسیم کرنے کے لیے صوبۂ کرناٹک تشریف لا رہے ہیں اور مفتیِ کرناٹک حضرت علامہ محمد انور علی صاحب قبلہ کے دولت خانہ (ہبلی) پر بھی چند گھنٹے قیام رہے گا چناں چہ یہ ناچیز دعا وسلام اور قدم بوسی کے لیے ''ہبلی'' پہنچا اور مفتی صاحب قبلہ کے دولت خانے پر حاضر ہو کر خدمتِ مجیبیؔ میں **''گلہائے عقیدت اور طغرائے تہنیت''** پیش کیا۔ آپ نے اُسے بغور ملاحظہ فرما کر مسکراتے ہوئے مفتی کرناٹک کے سپرد فرمایا: آپ نے بھی طغرے کے مضمون کو غور سے پڑھا پھر مجھ سے فرمانے لگے: مولانا! ''طغرا'' تو بہت خوبصورت ہے مَاشَاءَ اللّٰہُ! لیکن اس میں چند داغ آگئے ہیں (میں گھبرا گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا یا اللہ! میری محنت ضائع ہوگئی) یہ سُن کر حضرت قبلہ ''طغرے'' کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: دکھائیے! داغ کہاں ہیں؟ مفتی صاحب نے کہا: ''داغ'' سے میری مراد یہ ہے کہ مولانا نے ''بیت اللہ'' کی بجائے ''دار اللہ'' لکھ دیا ہے اسی طرح ''سولہ اور آٹھواں حرم کا دورۂ مسعود'' کو واضح طور پر

''چوبیسواں حرم کا دورۂ مسعود'' نہیں لکھا۔ اور ''محمد قلندر رضوی'' پر بھی نقطے لگانا بھول گئے ہیں۔
دراصل یہ سوالات راقم الحروف سے کیے جا رہے تھے اس سے پیشتر کہ یہ کم ترؔ جواب دیتا حضرت والا جو کہ صرف ''مجیبؔ'' (جواب دینے والے) ہی نہیں بلکہ'' اشرؔف'' (بزرگ) بھی تھے۔ اپنے شاگرد یا طغرے پر لگے داغ کو مٹانے کے لیے ''جواب'' ارشاد فرمانے لگے۔ فرمایا: حضرت! آپ نے ابھی اس طغرے پر طائرانہ نگاہ ڈالی ہے ذرا غائرانہ نگاہ بھی ڈالیے۔ مفتی صاحب کو حیرت ہوئی۔ دوبارہ طغرا لے کر پھر غور سے دیکھنے لگے تو حضرت نے اپنے نام والی سطر (لائن) پر انگلی رکھ کر فرمایا: اس ایک سطر کے علاوہ ابتدا تا انتہا یہ طغرا ''حروف مہملہ'' سے سجا ہوا ہے۔ اس پورے مضمون میں ایک بھی نقطہ نہیں ہے۔ بے شک ''بیت'' اور ''دار'' میں معناً فرق ہے اگر یہاں ''بیت اللہ'' لکھ دیا جاتا تو ''بیت'' کے تین حروف میں پانچ نقطے جمع ہو جاتے۔ نقطوں سے بچنے کے لیے ''دار اللہ'' لکھا گیا ہے جو کہ ''بیت اللہ'' کے معنیٰ ہی میں ہے۔ اسی طرح ''سولہ اور آٹھواں'' واضح طور پر ''چوبیسواں'' لکھ دیا جاتا تو اس میں بھی چھ نقطے آجاتے جب کہ اس مضمون میں حروف غیر منقوطہ (بے نقطے والے حروف) کا التزام کیا گیا ہے اسی لیے کاتبؔ نے بھی اپنے نام کے نقطے، عمداً حذف کیے ہیں۔
اس وضاحت کے بعد حضرت مفتی کرنا ٹک نے بھی راقم السطور کو دعاؤں سے نوازا۔ اب اِس طغرے کی قسمت دیکھیے کہ حضرت قبلہ اُسے ناگ پور لے گئے اور اپنے دولت خانے میں نمایاں مقام پر آویزاں فرمایا۔ یوں ایک طالب علم اور اُس کے تحفے کو بارہ چاند لگا کر اپنی شفقت و قبولیت سے نوازا۔ اِسی طرح دیگر علما و طلبہ کے بھی واقعات مل سکتے ہیں۔ اگر وہ تحقیق کے ساتھ جمع کیے جائیں تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے گی۔
اس واقعے سے جہاں حضور والا کی شفقت و عنایت کا اظہار ہو رہا ہے وہیں آپ کے ''استحضارِ علمی'' (مثلاً ''بیت'' و ''دار'' میں معناً فرق اور حروف غیر منقوطہ کے التزام کی وضاحت وغیرہ) اور ''حُسنِ تفہیم'' کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) ''خواب'' عجم میں ''تعبیر'' عرب میں:

ناچیزؔ کی دلی خواہش تھی کہ اپنے استاذ گرامی اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کی ہمراہی میں بھی ''حج وزیارت'' کی سعادت نصیب ہو۔ چناں چہ برادر گرامی حضرت مولانا غلام مصطفیٰ برکاتی صاحب سے اپنے دل کی بات کہہ دی: انھوں نے کہا: آپ مجھ سے رابطے میں رہیے! چنانچہ وقتاً فوقتاً اُن سے فون پر کئی مرتبہ بات ہوئی۔ کبھی وہ مجھے امید دلاتے اور کبھی ناامید کر دیتے۔ آخر ایک دن واضح الفاظ میں یوں جواب دیا: ''بھیّا! ایسا لگتا ہے کہ امسال مدینے سے تمھیں بُلاوا نہیں آیا ہے لہٰذا صبر سے کام لو! آئندہ سال دیکھیں گے۔'' یہ کہا اور فون رکھ دیا۔ یہ سنتے ہی گویا دل پر رنج وغم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آنسوؤں کو کون روک سکتا ہے؟ ہائے محرومی ۔۔۔۔۔ ہائے افسوس ۔۔۔۔۔ خیر!

اُسی دن یا اُسی ہفتے میں اِس خاک سارؔ نے ایک خواب دیکھا: **منیٰ شریف کا میدان ہے۔ اِس میں وسیع وعریض اور سفید رنگ کے خیمے نصب کیے گئے ہیں۔ حُجّاج کی چہل پہل بھی ہے۔ ایک بڑے خیمے کے اندر حجاج کے ہمراہ حضرت والا اپنی بچھی ہوئی چادر پر پشت کے بَل لیٹے ہیں۔ آپ کا داہنا ہاتھ سر کے نیچے ہے اور یہ خادم آپ کے پاؤں دباتے دباتے گفتگو کر رہا ہے۔** ''خواب'' ایسا اور ''جواب'' ویسا۔ دل ''خواب'' کی تصدیق کر رہا تھا اور دماغ ''جواب'' کی تائید کر رہا تھا۔ سچ پوچھو تو دل ودماغ کے فیصلے سمجھ سے بالاتر تھے۔ آخر ایسی بےکسی میں ہاتف غیبی نے آواز دی: **''درود ودعا کو لازم کرلو''** چناں چہ نمازوں کے بعد روضۂ انور کی جانب رُخ کر کے درود پڑھ کر مکین گنبد خضرا کے وسیلے سے یوں دعا کی جاتی ؎

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا — ہے تجھی پہ بھروسا، تجھی سے دُعا
مجھے ''روضۂ پاک رسول'' دکھا — تجھے اپنے ہی عزّ وعلا کی قسم

(مذکورہ شعر کے لفظ ''جلوہ'' کو لفظ ''روضہ'' سے تبدیل کیا جاتا، کیوں کہ ''جلوہ پاک'' کی زیارت کرنا اعلیٰ حضرت یا اعلیٰ حضرت جیسے کاملین ہی کا کام ہے ہم جیسوں کے لیے ''روضہ پاک'' کی زیارت ہی ''زندگی کی معراج'' ہے۔)

یہ وظیفہ پڑھتے ہوئے ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کا فون آیا: ”حافظ صاحب! مبارک ہو! الحمدللہ! مدینے سے آپ کو بھی بلاوا آگیا ہے۔ فلاں تاریخ کو فلائٹ ہے' لہٰذا آپ بھیونڈی آجائیے! اور وہیں سے حضرت کے ہمراہ ”ممبئی ایئر پورٹ“ پر پہنچ جائیے! ان شاء اللہ ہم سب ایک ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے چلیں گے۔“

چنانچہ یہ خاک سار بھیونڈی (مہاراشٹر) پہنچا۔ بعد از سلام و قدم بوسی حضرت نے فرمایا: ما شاء اللہ! آپ کی سچی تڑپ نے آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔“ خیر! ہم سب ممبئی سے ۱۰/ذوقعدہ ۱۴۲۴ھ م ۲/جنوری ۲۰۰۴ء کو روانہ ہو کر جدہ شریف پہنچے۔ پھر وہاں سے مکہ شریف' مدینہ شریف' منیٰ' عرفات اور مزدلفہ کی زیارتیں اور ارکان عمرہ وحج ادا کرتے ہوئے ”منیٰ“ پہنچے۔ ۱۱/ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ کو ظہر اور ظہرانے سے فراغت کے بعد جب حضرت والا قیلولہ کے لیے اپنی چادر بچھا کر اس پر دراز ہوئے تو یہ خادم پاؤں دبانے کے لیے آگے بڑھا۔ (چوں کہ مکہ شریف سے تقریباً پیدل ہی چلے تھے) فرمایا: رہنے دیجیے! منع کے باوجود یہ غلام پاؤں دباتے دباتے گفتگو کر رہا تھا کہ اچانک مجھے اپنا وہ خواب یاد آیا اور میں دائیں بائیں' آگے پیچھے اور اوپر نیچے غور سے دیکھنے لگا' فرمایا: کیا دیکھ رہے ہو؟ عرض کی: حضور! میں نے چند ماہ پیشتر ایک ایسا ایسا خواب دیکھا تھا۔ تفصیل سے میں نے خواب سنا کر عرض کی: واللہ! اس خواب کے مناظر یہاں دیکھ رہا ہوں۔ حضور! میرے اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ برجستہ فرمایا: ”تمھارے خواب کی یہی تعبیر ہے۔ تم نے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا' رب قدیر بیداری میں تمھیں سب کچھ دکھا رہا ہے“۔ یہ سنتے ہی میری زبان پر بے ساختہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے کلمات جاری ہو گئے: هٰذَا تَأْوِيلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا [1] حضرت والا تو بروقت اس آیت کی تلاوت سُن کر خاموش ہو گئے۔ تاہم برجستہ میرے خواب کی تعبیر بیان فرمانے سے مجھے

---

[1] یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا۔ پارہ: ۱۳' سورۂ یوسف' آیت: ۱۰۰

معلوم ہوا کہ آپ ایک ’’بہترین تعبیر گو‘‘ بھی ہیں۔ اِس موسم حج کے بعد بھی آپ نے کئی ایک کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی تھی۔

(۶) جامعہ رضائے مصطفےٰ رائچور (کرناٹک):

دارالعلوم رضائے مصطفےٰ رائچور (قائم شدہ: یکم ذوقعدہ ۱۴۰۸ھ م ۱۶؍جون ۱۹۸۸ء جمعرات) کے قیام کے چند ماہ بعد مؤرخہ ۲۰؍ستمبر ۱۹۸۹ء کو ادارۂ ہٰذا کی ایڈھاک کمیٹی نے دارالعلوم ہٰذا کو وسط ہند کی ’’مرکزی درس گاہ‘‘ دارالعلوم امجدیہ ناگ پور‘‘ سے ’’اِلحاق‘‘ کی ایک تحریری درخواست بھیجی تو مرکزی مجلس تولیت کے ارکان نے جہاں ’’تحریری منظوری‘‘ عنایت فرمائی تھی وہیں حضرت اشرف الفقہا علیہ الرحمہ نے بھی ’’الحاق نامہ‘‘ پر یہ تائیدی کلمات قلم بند فرمائے تھے: ’’دارالعلوم رضائے مصطفےٰ کا الحاق الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور سے مجھے منظور ہے۔‘‘

فقط محمد مجیب اشرف رضوی غفرلہٗ

اِس طرح حضرت قبلہ کی ’’جزوی توجہ‘‘ آغاز ہی سے اِس ادارے کی جانب ہوگئی تھی۔ تاہم مؤرخہ ۲۲؍جولائی ۲۰۰۳ء کو جب دارالعلوم کے لیے آپ کی سرپرستی حاصل کرنے کی خاطر مزید ایک ’’تحریری درخواست‘‘ دی گئی تو آپ نے بھی ’’تحریری منظوری‘‘ عنایت فرماتے ہوئے کامل توجہ فرمائی۔ ادارے سے بڑا گہرا اور قلبی تعلق قائم فرمایا۔ نہایت ہی رغبت سے اس کے احوال سماعت فرماتے۔ اس کے اُمور حل فرماتے۔ اساتذہ وارکان کو نیک مشوروں اور دُعاؤں سے نوازتے۔ عزت افزائی فرماتے۔ یہ سلسلۂ نوازش جاری تھا کہ ۲۰۰۹ء سے گردش زمانہ نے حالات کا رُخ بدل دیا۔ دارالعلوم بعض ناگفتہ بہ حالات کا شکار ہوگیا۔ ان ناخوش گوار اور انتہائی دشوار اوقات میں بھی آپ نے غیر معمولی دل چسپی لیتے ہوئے اساتذہ وارکان کو سہارا دیا۔ اُن کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے پیچیدہ مسائل کو حل فرمایا۔ دارالعلوم ہٰذا کے لیے ایک مستقل اور مفید دستورالعمل مرتب کر کے قانونی طور پر رجسٹرڈ کروا کے اسے نافذ العمل فرمایا۔

اِســـ ’’شاخِ ‘‘ دارالعلوم امجدیہ ناگ پورکو’’ مرکزی درس گاہ‘‘ کا درجہ عطا فرماتے ہوئے قانونی طور پر’’ دارالعلوم رضائے مصطفیٰ‘‘ کو’’ جامعہ رضائے مصطفیٰ‘‘ کا مقام بلند عطا فرمادیا۔مؤرخہ: ۴؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ م ۱۷؍دسمبر ۲۰۱۴ءکو مجلس تولیت الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگ پور کے لیٹر پیڈ پر اس کی مرکزیت کی تحریری منظوری عنایت فرمائی۔ پھر ارکان تولیت و منتظمہ کی جانب سے نمائندگی کرتے ہوئے جامعۂ ہٰذا کے سالانہ جلسۂ دستارفضیلت کے موقع پر مؤرخہ: ۶؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ م ۲۶؍اپریل ۲۰۱۵ءکو برسر اسٹیج باقاعدہ اس کی’’ مرکزیت‘‘ کا اعلان فرمادیا۔

اساتذہ وارکان ادارۂ ہٰذا ان حقیقتوں اورعنایتوں کا برملا اعتراف کرتے ہوئے پروردگارعالم کاشکرادا کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ جامعہ ہٰذاو دیگر جامعات ومدارس ومکاتب پر’’ فیضـانِ مجیبی‘‘ ہمیشہ جاری رہے۔اس عظیم محسن علیہ الرحمہ کے وصال مبارک سے پورا عملہ اور ارباب ادارہ غم زدہ اور رنجیدہ بلکہ’’ گلشن رضوی‘‘ و’’گلشن زہرا‘‘ کا ہر گل و برگ خزاں رسیدہ ہے ؎

ایک ہنگامۂ محشر ہوتو اس کو بھولوں؟
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

(۷)سند قبولیت خدمات:

غالباًوصال سے ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہوگی۔احقر اور مولانا غلام مصطفیٰ صاحب برکاتی حضور والا کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔دوران گفتگو فرمایا: ابھی ماضی قریب کی بات ہے،میں’’ حج‘‘ کے لیے گیا ہوا تھا۔ایک دن مدینہ منورہ میں یہ خواب دیکھا کہ ’’سرکار مفتیِ اعظم تشریف لائے ہیں اور ساتھ میں حضرت مولانا مفتی غلام محمد خان صاحب قبلہ بھی ہیں۔مفتی صاحب کے ہاتھ میں ایک تھیلا (بستہ) تھا جس میں کچھ کاغذات تھے میں نے اُن سے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سند ہے،تم کو دینے کے لیے لائے ہیں۔‘‘

اِس خواب کے بعد میرے دل و دماغ اور روح سب خوشیوں میں جھومنے لگے۔اب مجھے اطمینان حاصل ہوگیا کہ الحمدللہ ! میری ”ناقص خدمات دینیہ“ قبول ہو چکی ہیں۔جبھی تو مجھے میرے مرشد کے ہاتھوں سے مدینہ منورہ میں ”سند قبولیت“ دی جارہی ہے۔اب اِس روحانی بشارت کے بعد کوئی خواہش باقی نہ رہی ؎

جامِ جمشید کی خواہش، نہ زر و مال کی فکر
یوں ہی سرکار میں اشرؔف رہے آتا جاتا

رائچور کا آخری دورہ:

حضور والا علیہ الرحمۂ ۵؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ کو گلشن نوری ادونی (ضلع کرنول) کے جلسۂ دستار بندی سے فراغت کے بعد شب ہی میں رائچور پہنچے۔ ۶؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ کو تقریباً ۱۲؍بجے دن، گلشن رضوی کی مجلس تولیت کی میٹنگ میں شرکت فرمائی۔ادارے کے اہم امور حل فرمائے۔ بعدۂ اساتذہ و ارکان سے ملاقات کر کے انھیں نصیحتوں اور مشوروں سے نوازا۔پھر انھیں کے ہمراہ ”گلشن زہرا“ کا معائنہ فرمایا۔ یہاں بھی کئی زرین مشوروں اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ بعد عصر، میدان گلشن رضوی میں ختم بخاری شریف کا درس دیا۔ بعد مغرب، جلسۂ دستار فضیلت میں شرکت فرمائی۔اپنے مبارک ہاتھوں سے فارغین کے سروں پر دستار سجائی۔پھر خصوصی اصلاحی خطاب فرمایا۔خطاب کے آخری حصے میں مسلمانوں کو ”گلشن رضوی“ کے تعاون کی طرف توجہ دلائی۔اس کے بعد اراکین جامعہ کو خصوصی نصیحت کرتے ہوئے یوں فرمایا:

”ایک نصیحت سارے اراکین کو میں کرتے ہوئے جارہا ہوں کہ میرے اراکین! تم بہت اچھے ہو! ایک دوسرے سے دل ملا کر کے رکھو! ”رائے“ تمھاری الگ ہو سکتی ہے لیکن ”دل“ الگ نہیں ہونا چاہیے۔جب یہ طے کر لو گے تو خدا کی قسم! تمھارا کام کہیں نہیں رُکے گا۔جس طرح آج آپ کا خلوص آگے بڑھا رہا ہے اُسی طرح آپ کا خلوص اور آگے بڑھائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میری اس بات کو آپ ہمیشہ خیال نہیں بلکہ دامن دل میں گرہ باندھ کر کے رکھ لو۔ اللہ تمھاری زندگیوں کو آراستہ کرے"۔

پھر دوسرے دن ۷/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ م ۳/ مارچ ۲۰۲۰ء کو ظہر اور ظہرانے سے فراغت کے بعد دعاؤں سے نوازتے ہوئے رائچور سے "یمگنور" (ضلع کرنول) میں خطاب کے لیے روانہ ہوئے۔ اس طرح آپ نے اپنے وصال سے ۵/ماہ ۸/دن پہلے رائچور کا آخری دورہ فرمایا۔

"اشرف دوراں" بدرجۂ اعلیٰ رسید:

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ نے بے شمار دینی خدمات انجام دیے۔ جن پر آپ کی پچاسی سالہ حیات طیبہ شاہد ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں آپ کو ۳۲/مرتبہ "حج و زیارت" کی سعادت عطا فرمائی۔ "عمرے" طواف اور حاضریِ روضۂ رسول" کی تعداد تو اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح آپ کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں کو پہنچتی ہے۔ "خلفا" کی تعداد ایک سو سے زائد "مریدین" کی تعداد ایک لاکھ سے زائد اور آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرنے والوں اور بدعقیدگی سے توبہ کرنے والوں کی تعداد اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی زیادہ جانتے ہیں۔

وصال مبارک:

القصہ مختصر یہ کہ "علم و فضل کا یہ جگمگاتا خورشید" کم و بیش ۶۶/سالوں تک اپنی مجیبی[1] نورانی شعاعوں سے عالم اسلام کو منور کرتا رہا۔ پھر حکم الٰہی سے ۱۵/[1] ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ م ۶/اگست ۲۰۲۰ء بروز جمعرات (بعمر ۸۵/سال، ۳/مہینے، ۱۳/دن) زوال کا داغ لگنے سے پہلے ہی دن کے تقریباً ساڑھے دس بجے ڈوب گیا۔

---

[1] میمِ مجیب بھی مشیر ہے۔ (م: ج + ی + ب = ۱۵/اعداد) کہ آیت قرآنی (كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ '۱۵/حروف) اور حدیث عرفانی (تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ '۱۵/حروف) کو دیکھیے اور نتیجہ نکالیے۔

جہاں میں اہل ایماں، صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے کبھی نہیں مرتے، وہ تو صرف ''نقل مکانی'' کرتے ہیں۔ ''دارفانی'' سے ''دارجاویدانی'' کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ چناں چہ آپ نے بھی ''فنا'' سے ''بقا'' کی طرف روانہ ہوتے ہوئے ''دائمی زندگی'' کو اپنے گلے لگالیا ہے۔

کون کہتا ہے کہ اشرؔف مر گئے
قید سے چھوٹے، وہ اپنے گھر گئے

اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَمَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا

لاک ڈاؤن کی وجہ سے ایک مخصوص جگہ نماز جنازہ کی ادائیگی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے بعض افراد نماز پڑھ کر چلے جاتے پھر دوسرے افراد آکر نماز ادا کرتے۔ اسی طرح ستّر مرتبہ سے زیادہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

اَللّٰھُمَّ رَبِّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ۔

اللہ مجیب الدعوات جل جلالہٗ اپنے حبیب مستجاب الدعوات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصدّق، آپ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کے مرقد مبارک پر تاقیامت بارش انوار ورحمت نازل فرمائے۔ ''مراتب اشرؔف الفقہاء'' ۱۴۴۱ھ کو بلند سے بلند تر فرمائے اور بعد وصال بھی آپ کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے ہم سب کو اور جملہ اہل سنت کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

نوٹ: اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ''سفرنامۂ حج وزیارت'' مناسب وقت پر منظر عام پر لایا جائے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

ملفوظاتِ مجیبیہ

(۱) جو کام کرو خالص اللہ واسطے کرو کیوں کہ ''عمل خالص'' کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

(۲) ''اتحاد'' بہر حال زندگی ہے۔ ''اختلاف'' بہر حال موت۔ خواہ کسی چیز کے لیے ہو۔

(۳) میں ہمیشہ اپنے کام پر نظر رکھتے ہوئے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

(۴) میں مصیبتوں پر صبر کرتا ہوں اور ''ظلم'' کو برداشت کرتا ہوں۔

(۵) میں ٹینشن نہیں لیتا کیوں کہ مولیٰ کو جو منظور ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔

(۶) میں پہلے تحقیق کر لیتا ہوں پھر اس کے بعد کچھ کہتا یا کرتا ہوں۔

(۷) میں نے ہمیشہ ''جوڑنے'' کی کوشش کی ہے ''توڑنے'' کی نہیں۔

(۸) میں، مشورہ دینے والے کے مشورے کو سنتا تو ہوں لیکن وہی کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھے اچھا معلوم ہو۔

(۹) میں مشکوک پر بھروسہ نہیں کرتا۔

(۱۰) مجھ پر لگائے گئے الزامات کا جواب ''زبان'' سے نہیں ''کردار'' سے دیتا ہوں۔

(۱۱) ''بدعقیدہ'' کی صحبت میں مت بیٹھو کیوں کہ وہ تم کو بھی بدعقیدہ بنا دے گا یا تمھارے دل میں وسوسہ ڈالے گا۔

(۱۲) کسی بھی مسجد و مدرسہ یا دار العلوم کا ''رکن'' نہیں بلکہ ''کارکن'' بننے کا حوصلہ پیدا کرو۔

خدا کی نعمت تمھیں مبارک ! نبی کی رحمت تمھیں مبارک !
مجیب ملت ! تمھیں مبارک ! حج وزیارت تمھیں مبارک !

بسمہ المجیب

ھدیۂ شکر بہ بارگاہِ کرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

پچیسویں حج و زیارت کے ایمان افروز موقع پر

از اشرف الفقہاء علامہ مفتی الحاج محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ مدظلہ بانی و مہتمم دار العلوم امجدیہ ناگپور صدر متولی گلشن رضوی رائچور

کرم بے نظیر

مرے کریم کا ایسا کرم ہوا مجھ پر ۔۔۔ پچیس سال مسلسل بلا لیا در پر

نگاہ جب بھی گئی روضۂ منور پر ۔۔۔ سکونِ قلب ملا اور ملا ہے نورِ نظر

مرے حضور کی ذرہ نوازیاں دیکھو! ۔۔۔ کہ ایک ذرۂ کمتر کو کر دیا برتر

مری بساط کہاں؟ اور کہاں یہ فضل و کرم ۔۔۔ محض حضور کی چشمِ کرم کا ہے یہ ثمر

نگاہِ نور اٹھی ہے جدھر جدھر ان کی ۔۔۔ فضائے تار میں چمکے ہزاروں شمس و قمر

حضور آپ کی شانِ سخا کا کیا کہنا؟ ۔۔۔ بٹے ہیں آپ کے در سے ہمیشہ لعل و گہر

نگاہِ شوق کی تابندگی ترے جلوے ۔۔۔ "سرِ نیاز" کی آسودگی ترے در پر

کرم کی بھیک میں اپنی خوشی عطا کر دو ۔۔۔ تمھارے در پہ کھڑا ہے مجیبِ خستہ جگر

سرِ نیاز جھکاتا ہے اشرفِ رضوی
کرم کا ہاتھ بھی رکھ دیں غلام کے سر پر

کتبہ الاحقر محمد قلندر الرضوی خادم گلشن رضوی رائچور ۳-۲-۱۴۳۴ھ

گلہائے عقیدت وطغرائے تہنیت

(بے نقطے والا طغرا)

سمع اللہ کل دعاءک و اعطاک کلہ

لا لا لا ء لا لا ء لا لا ۷۸۶

وارءاک اللہ کل ما اراک اللہ مسرا

بخدمت گرامی مفسر قرآن، مناظر دوراں، اشرف العلماء علامہ مولانا حضرت مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ مد ظلہ

بانی و مہتمم الجامعۃ الرضویہ دار العلوم امجدیہ ناگپور و صدر متولی دار العلوم رضائے مصطفےٰ گلشن رضوی راجُور کرناٹک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ الصَّمَدْ   وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَکْرَمِ الْاَحْمَدْ

اللہ واحد واَحد، ہادی وصمد کا رحم اور اُس کے رسول اکرم صلی اللہ علی رسولہ وآلہ وسلم کا کرم اِس طرح ہوا کہ ہمارے ہمدرد و مولائے علماء اور ہم سے اعلیٰ واولیٰ، معلّم عالماں، ممدوح کاملاں، مسلکِ امام کے رکھوالے، دل والے، اللہ والے، اعلم العلماء، اکرم الکرماء ﴿م م آ﴾ (دام کرمہٗ دائماً سرمداً) حامل ومائلِ کرم، واردِ ہر دو حرم ہوئے۔ والحمد للہ علی کل حال۔

واہ وا! وہ حرم، وہ ادا ___ وہ سعی، وہ دورہ ___ وہ عمل، وہ دعا ___ وہ سوال، وہ عطا ___ وہ کرم، وہ گھٹا ___ وہ سحر، وہ مساء، وہ ماء، وہ ہوا ___ وہ اُحُد، وہ حرا ___ وہ دھوم، وہ صدا ___ وہ سلام، وہ درود ___ وہ ورود، وہ صعود ___ وہ راہ، وہ حدود ___

دراصل ہر دو حرم کا دورہ ومطالعہ وسماں، وہ عمدہ دورہ ومطالعہ وسماں ہے ﴿کہ واللہ، وہ موسم ہے موسم حرم کا وہاں کا سماں ہی سماں ہے اِرم کا﴾

اللہ اللہ! اعلم العلماء کو وہ معطر ومطہر لمحے وہاں کے ملے اور اس سال الحمد للہ! سولہ اور آٹھواں حرم کا دورہ مسعود کر کے آگئے اِس عمدہ گھڑی کہ اِس دار العلوم کے صدرِ اعلیٰ کی حرم سے آمد ہوئی ہے اِسی لئے "گلکدۂ علمی" کا ہر سائلِ علم، ہر معلم اور ہر عہدہ دار و مددگار دل کی گہرائی سے مسرور ہو کر "اھلًا وَّسَھلًا" کہہ رہا ہے۔ اور دعا کر رہا ہے کہ اِلٰہی! وہ موسم سرور ہر مسلماں کو دکھا اور ہم کو ہر مراد عطا کر ﴿اِلٰہی! وہ احوال ہر دو حرم کے دکھا! واسطے اُس رسولِ کرم کے﴾

المحرر
سائلِ دعا و کرم محمد فلسدر رضوی عفی عنہ
۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

﴿ مذکورہ حروف سے مراد، حضرت علامہ مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ مد ظلہٗ ہیں۔

بسمہ العلیم الحکیم المجیب

اشرفِ رشکِ قمر

۱۴ ھ ۴۱

تاریخ نتیجۂ فکر: ۱۵؍ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ م ۲۶؍جولائی ۲۰۲۱ء

بخدمت اقدس

حضور اشرف الفقہا حضرت علامہ مفتی شاہ محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ

''۳۲؍رج کی مناسبت سے ۳۲؍اشعار''

(۱)
تا اَبد ذکرِ خدا کرتے ' کراتے جائیں گے
پیشِ حق ' سجدے میں اپنا سر گراتے جائیں گے

(۲)
پڑھتے ہیں رب کے فرشتے اَلصَّلاۃُ وَالسَّلام
اہلِ ایماں بھی پڑھیں گے اور پڑھاتے جائیں گے

(۳)
''اشرف الفقہا'' کی سیرت ہم سناتے جائیں گے
اُن کی عمرِ پاک کے جلوے دکھاتے جائیں گے

(۴)
حق پرست و حق پسند و حق نُما تھے بالیقیں
یہ حقیقت ' اہلِ سنت کو بتاتے جائیں گے

(۵)
نکتہ دان و نکتہ بین ونکتہ پرور تھے مجیبؔ
اُن کے نکتوں کو جو سُن لیں' وَجْد لاتے جائیں گے

(۶)
اہلِ علم و اہلِ عرفاں ' اہلِ عقل و اہلِ دل
یاد کرکے اُن کو ' اب آنسو بہاتے جائیں گے

(۷)
تھے نہایت خوب صورت ' خوب سیرت بھی بہت
پھر بھی اَعدا ' اِس صداقت کو چھپاتے جائیں گے

(۸)
''ساغرِ عشقِ رسالت'' وہ پلاتے تھے سَدا
اُن کے بادہ نوش بھی ساغر پلاتے جائیں گے

(۹)
مفتیِؔ اعظم ' شریفِؔ حق نے ''اشرفؔ'' کردیا
اہلِ اشرفؔ اُن کا بھی ڈنکا بجاتے جائیں گے

(۱۰)
''تابش اهل بصیرت'' ''مظہر اہل کرم''
اہلِ دل اُنؒ کا تعارف ' یوں کراتے جائیں گے

(۱۱)
وہ تھے گلزارِ رضاؔ کے اِک گلِ تر ' گل فشاں
وہ تو ''فخرِ گلستاں'' ہیں گُل کھلاتے جائیں گے

(۱۲)
ایسا لگتا ہے نبی نے ''پہلے حج'' ہی میں کہا
''حج وعمرے جتنے ''ہم چاہیں'' کراتے جائیں گے''

(۱۳)
اُن کے قدموں پر ہمیشہ جھکتے ہیں اہل جہاں
جو نبی کے حکم پر سر کو جھکاتے جائیں گے

(۱۴)
سنیوں کی جان تھے وہ ' سنیت کی شان بھی
اِس لیے سب اُن کا ''فیض عام'' پاتے جائیں گے

(۱۵)
''مسلکِ احمد رضاؔ'' کے آپ بھی تھے ترجماں
اہلِ مسلک آپ کی خدمت جتاتے جائیں گے

(۱۶)
حشر تک اُن کا رہے گا ہم پہ احسانِ وفا
اُن کے احسانوں کا احساں' ہم اٹھاتے جائیں گے

(۱۷)
زندگی بھر' حل کرے گی اُن کی پیاری زندگی
زندگی میں جو مسائل پیش آتے جائیں گے

(۱۸)
اُن کے جلووں سے ہمیشہ بہرہ ور ہوتے تھے جو
کس سے اپنا حالِ غم اَب وہ سناتے جائیں گے؟

(۱۹)
''ہم بھی اُن کے ہم نشیں تھے'' ہم نشیں بولیں گے اَب
بلکہ خود سے خود کو ''خوش قسمت'' بتاتے جائیں گے

(۲۰)
جب بھی کوئی غم زدہ ' آکر سناتا اپنا غم
آپ کہتے ''غم نہ کر'' غم کو مٹاتے جائیں گے

(۲۱)
''تربت مقبولِ دوراں'' پر ہیں رب کی رَحمتیں
تاقیامت جسؒ سے ہم سب فیض پاتے جائیں گے

(۲۲)
''تم عقیدوں کو بچاؤ! ' نیکیاں کرتے رہو!''
آپ کے اِس حکم پر چلتے چلاتے جائیں گے

(۲۳)
''عرسِ اول''کا سماں ہے' آؤ ! ''یہ وعدہ کرو''
سب محبیؔ ' شمعِ علمِ دیں جلاتے جائیں گے

(۲۴)
''امجدیہ'' آپ سے پاتا رہے گا ''فیض حق''
امجدیؔ بھی ''امجدی گلشن'' سجاتے جائیں گے

(۲۵)
''گلشن رضوی'' ہو یا ہو ''گلشن زہرا'' سَدا
اُن کے فیض باطنی سے لہلہاتے جائیں گے

(۲۶)
گمرہوں کی گمرہی کا کرتے تھے ردِّ بلیغ
برملا کہتے تھے ''گمراہی مٹاتے جائیں گے''

(۲۷)
کیا خبر تھی؟ ''دید کرنے''عید کرکے جائیں گے
آپ ہنستے جائیں گے'سب کو رُلاتے جائیں گے

(۲۸)
گرچہ اُن کی آج رحلت ہوچکی ہے' پھر بھی وہ
دل میں تھے'دل میں ہی ہیں اور دل بڑھاتے جائیں گے

(۲۹)
سَو سے زائد مرتبہ جن کی پڑھے ہوں گے نماز
اُس جنازے کو بھلا کیسے بُھلاتے جائیں گے

(۳۰)
دن کے ساڑھے دس بجے تھے'پندرہویں ذوالحجہ تھی
سالِ غم' چودہ سو اکتالیس مناتے جائیں گے

(۳۱)
اے عتیقؔ و اے قلندرؔ !صاف کیوں کہتے نہیں؟
''اشرف رشک قمر''پر جاں لٹاتے جائیں گے

(۳۲)
فکر و فن[۱۴۱]' علم و عمل[۱۴۱]' مجد و شرف اُن کا جمال
قؔ و لؔ و نؔ و دؔ و رؔ[۱] دکھاتے جائیں گے

---

[۱] مندرجہ حروف مفردہ کو اِس طرح پڑھا جائے: قاف و لام و نون و دال و رے۔

❁❁❁❁❁❁❁

منقبت درشان حضرت اشرف الفقھا علیہ الرحمہ

(در صنعت توشیح)

اشرف الفقہا کی سیرت ہم سناتے جائیں گے
اُن کی عمر پاک کے جلوے دکھاتے جائیں گے

م مصطفٰے پیارے کے پیارے تھے مُجیبِ باخدا
ح حلم و علم و فضل اُن کا، ہم بتاتے جائیں گے
م مظہرِ مفتیِ اعظم، دِل بر و دِل دار تھے
د دل میں تھے، دل میں ہی ہیں اور دل بڑھاتے جائیں گے
م مفتیِ ذی شان و شوکت، مصلحِ شیریں زباں
ج جن سے ہم سب، تا قیامت فیض پاتے جائیں گے
ی ''یادگارِ اہلِ دل تھے، نازشِ اہلِ نظر''
ب بالیقیں، اُن کا تعارف یوں کراتے جائیں گے
ا اشرف الفقہا، جلیل القدر، جنت آشیاں
ش شان اُن کی، اہلِ دنیا کو دکھاتے جائیں گے
ر ردّ و اِبطالِ ضلالت کرتے تھے اور کہتے تھے
ف ''فضل رب سے گمرہی کو بھی مٹاتے جائیں گے''
ر رہنمائے راہِ حق و یاور حق کے طفیل
ض ضرب کاری دشمن حق پر لگاتے جائیں گے
و وہ پلاتے تھے قلندر! سب کو جامِ عشقِ حق
ی یوں ہی ہم بھی عمر بھر ساغر پلاتے جائیں گے

❁❁❁❁❁❁❁

حسین تواریخ نامہ

۱۴ ھ ۴۱

۸۵ر سالہ عمر پاک کی مناسبت سے "۸۵ر تاریخی مادّے"

۱۴۴۱ر سنہ ہجری

(۲) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْفَتَّاحِ الْمُجِیْبِ ٥

(۳) نَحْمَدُ اللّٰہَ الْبَاسِطَ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْمُجِیْبِ ٥

(۴) قَالَ اللّٰہُ الْاَحَدُ الْمُجِیْبُ "وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ٥"

(۵) یَا مَاجِدُ یَا مُجِیْبُ اِغْفِرْ لَہٗ ٥

(۶) "مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ" کَلَامٌ جَامِعٌ

(۷) نَوَّرَ اللّٰہُ الْوَدُوْدُ الْجَوَّادُ ضَرِیْحَہٗ

(۸) آہ! جامع الکمالات اشرف الفقہاء

(۹) کہنہ مشق مفتی ونیک طالع فقیہ

(۱۰) صاحب علم وفضل، معلّی القاب

(۱۱) مفکر اسلام، یکتائے زمانہ، نجیب عصر

(۱۲) حامی سنت وماحی بدعت وسالارِ پاک باز

(۱۳) فخر گلستاں

(۱۴) دور اندیش، خصائل پسندیدہ

(۱۵) استاذ سعید وصالح

(۱۶) قائم کنندۂ قصرِ اوّلیٰ "دار العلوم امجدیہ ناگ پور"

(۱۷) محبّ رضاؔ، بلند قدر

(۱۸) شمیم گُل رضاؔ

(۱۹) زہے فضائل وکمالات

(۲۰) بے نظیر مساعیِ جمیلہ

(۲۱) شاکر لطف ذو الجلال

(۲۲) عارف باللہ، عاشق رسول اللہ، عالم بے بدل

(۲۳) اشرف الفقہاء حقائق ومعارف آگاہ

(۲۴) اشرف الفقہاء عارفانہ یادگار

(۲۵) اشرف الفقہاء مشہور انام

(۲۶) مطلع فیض عارفاں

(۲۷) فخر اسلاف، نور مجلس

(۲۸) سرمایۂ نعمت، والا منزلت

(۲۹) خیر المناقب، سرمایۂ کمال

(۳۰) معدن فیوض، منبع حقائق

(۳۱) چشمۂ الطاف، منبع خیر

(۳۲) مقبول خلق ومعاون عصر

(۳۳) مقبول دہر، مرد خیر

(۳۴) بافیض، بےلوث

(۳۵) عالم اسرار طریقت، بندۂ محبوب

(۳۶) صاحب زہد وتقویٰ، صاحب گفتار

(۳۷) کریم الاخلاق، میر محفل

(۳۸) مرشد اجازت، دریائے کرم

(۳۹) عامل کامل، مومن پاک ضمیر

(۴۰) مناقب اشرف الفقہاء ومحاسن پیر جلیل

(۴۱) بے نظیر مددگار

(۴۲) زندہ دل، حق پرست شاعر

(۴۳) عمدہ محقق ومقرر گہر پاش

(۴۴) مناظر باکمال، محبوب زماں — (۴۵) مبلغ اسلام، مقبول جہاں

(۴۶) خطیب اہل سنت ومقبول ملک — (۴۷) مصلح خوش طبع، مقبول حق

(۴۸) طالب نجات، نجات یافت — (۴۹) عاشق احمد، حیات ابد یافت

(۵۰) ''جنتی''، وفات یافت — (۵۱) سعید دہر، داخل جنت

(۵۲) ''مفتی''، در بہشت — (۵۳) عیش جاوداں، خلد آشیاں

(۵۴) خلیق ووجیہ نَـوَّرَ اللّٰہُ مَـرْقَـدَہٗ — (۵۵) مَاعَـرَفْـنَـاکَ (یاسیدی)! لب خاموش

(۵۶) ''عنایات'' تاحشر — (۵۷) چشمِ تلطّف، موجبِ تحسین

۲۰۲۰/سنہ عیسوی

(۵۸) یَا رَافِعُ یَا عَلِیُّ اِغْفِرْ لِلْمُجِیْبِ بِلُطْفِکَ — (۵۹) اَفَاضَ اللّٰہُ الْحَیُّ الْبَاقِیْ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ

(۶۰) تاریخ وصال عالی صفات — (۶۱) اشرف الفقہا، ستارۂ روشن

(۶۲) مفسر قرآن، شارح حدیث، نیک اوصاف — (۶۳) پابند شریعت، طلب گارِ طریقت

(۶۴) خیر المناقب، خلیفۂ دوراں — (۶۵) بلند نگاہ، ہمہ جہت شخصیت

(۶۶) رہبر عالی، صاحب بصارت وبصیرت — (۶۷) پیکر شرافت، نیکو خصال

(۶۸) طالب رضا، سرمایۂ سخا — (۶۹) ہادیِ مہرباں، ناشر مسلک رضا

(۷۰) مخلص وبے ریا محبوب، مکین گلشن جنت — (۷۱) اشرف الفقہا، شمع اخیار

(۷۲) مرد خیر، شمع روشن — (۷۳) ''گہر نثار''، خلد نشیں

قَالَ اللّٰہُ الْاَحَدُ الْحَکَمُ الْمُصَوِّرُ الرَّشِیْدُ الْجَامِعُ الْمُجِیْبُ وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ (حروف معجمہ) ۱۴۴۱ھ

قَالَ اللّٰہُ الْاَحَدُ الْحَکَمُ الْمُصَوِّرُ الرَّشِیْدُ الْجَامِعُ الْمُجِیْبُ وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ (حروف مہملہ) ۱۴۴۱ھ

(۷۶) چُنیں ''جنتی''، بجنّت نشیں (خالص حروف معجمہ) ۱۴۴۱ھ — محرمِ اَسرارِ احساں، دَرْ دارُ السلام (خالص حروف مہملہ) ۱۴۴۱ھ

(۷۸، ۷۹) ''مفتیِ افضل''، چشمۂ گوہر (یک فقرہ، دو تاریخ) [۱۴۴۱ / ۲۰۲۰] — (۸۰، ۸۱) ''مشعل رضا''، روشنی دہد (یک فقرہ، دو تاریخ) [۱۴۴۱ / ۲۰۲۰]

(۸۲) حبیب ''رضائے مصطفےٰ'' (زبر وبینہ) ۱۴۴۱ھ

سنہ ولادت: رخ روشن (۱۳۵۶ھ)۔ مدت عمر: مدام (۸۵)۔ سنہ وصال: رخ روشن، مدام (۱۴۴۱ھ)

(۸۴) ''رضا جو'' کو دو مرتبہ ضرب دو گے — تو ''تاریخ رحلت'' ملے گی رضا سے (۱۰۱۰ x ۲ = ۲۰۲۰ء)

(۸۵) ملا کے چار سروں کو نکالیے تاریخ — سرِ غنی و امام و مبلغ و تاباں

(غ ، ا ، م ، ت ۱۰۰۰+۱+۴۰+۴۰۰ = ۱۴۴۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ (اپنی ۲۴ سالہ عمر میں) نے اپنے مرشد برحق حضور سیدنا سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ اللہ القوی (متوفّٰی ۱۸ ذوالحجہ سنہ ۱۲۹۶ھ) کے وصال مبارک کی کئی تاریخیں کہیں۔ اُن میں سے ایک "نقش مُربّع" بھی ہے جو درج ذیل ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی سیدھی، آڑھی اور ترچھی جتنی چالیں نکلتی ہیں ہر ایک سے "سالِ وصال" برآمد ہوتا ہے۔

طارم محل ۳۲۸	واصل برب ۳۳۱	اصفی عمل ۳۲۱	اجود قرب ۳۱۶
بحر سمیٰ ۳۲۰	اشبہ بجد ۳۱۷	آل رسول ۳۲۷	انقی صفا ۳۳۲
فرد اجل ۳۱۸	اصفی السنا ۳۲۳	آل روح دیں ۳۲۹	جان عرب ۳۲۶
کنف صفی ۳۳۰	شاہ ہدیٰ ۳۲۵	نور نجی ۳۱۹	افق العلیٰ ۳۲۲

مندرجہ بالا "نقش مربع" کی چمک، درج ذیل تینوں "نقوشِ مُربّعہ" کو بھی چمکا رہی ہے:

تذکرۂ احوال مجیبیہ

۱۴۳۴ھ

۳۵۲	۳۶۶	۳۶۳	۳۶۰
۳۶۴	۳۵۹	۳۵۳	۳۶۵
۳۵۸	۳۶۱	۳۶۸	۳۵۴
۳۶۷	۳۵۵	۳۵۷	۳۶۲

گلشن حیات سیدی اشرف الفقہاء رحمہ اللہ

۲۰ ۶ ۲۰

۴۹۷	۵۱۱	۵۰۸	۵۰۴
۵۰۹	۵۰۳	۴۹۸	۵۱۰
۵۰۲	۵۰۶	۵۱۳	۴۹۹
۵۱۲	۵۰۰	۵۰۱	۵۰۷

چشم الفاظ سے مخفی ہے حقیقت تیری

بسم المجیب القادر القدیر المجیب

اَللّٰہ رب محمد صلی علیہ وسلم

مورخہ ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ

۶ اگست ۲۰۲۰ء

انتقالِ بہشت نصیب

اشرف الفقہا حقائق و معارف آگاہ حضرت العلام المفتی الشاہ محمد مجیب اشرف علیہ الرحمۃ والرضوان

(بانی الجامعۃ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ ناگپور و صدر متولی جامعہ رضائے مصطفیٰ رائچور کرناٹک)

(و سرپرست مدارس و مساجد کثیرہ)

"اشرف دوراں" بدرجۂ اعلیٰ رسید

۱۴۴۱ھ

یعنی

جنتی وفات یافت

۱۴۴۱

"فات سید موت العالم موت العالم"

۱۴۴۱ھ

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ خبر سنائی جا رہی ہے کہ آج مورخہ ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۶ اگست ۲۰۲۰ء دن کے تقریباً ۱۱ بجے حضرت مفتی محمد مجتبیٰ شریف صاحب زید مجدہٗ نے یہ اطلاع دی کہ سیدنا الکریم استاذی النعیم حضور اشرف الفقہا علیہ الرحمہ کا ابھی چند منٹ پہلے وصال ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥

کس کا وصال؟ وہی ـــ علما میں جو تھے اشرف، فقہا میں بھی تھے اشرف

یعنی "مجیب اشرف" "فردوس" چل دیئے ہیں

اس خبر روح فرسا کو سننے کے بعد ایسا لگا گویا پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہے۔ کیا امسال حالات حاضرہ (کورونا وائرس) نے طواف و زیارت کی اجازت نہ دی تو یہ فیصلہ؟ اللہ اکبر! ـــ

گزشتہ سال تک اشرف خدا کے گھر کو جاتے تھے

مگر اس سال تو حضرت، خدا کے قرب میں پہنچے

پھر دل کو یہ کہہ کر تسلی دینی پڑی کہ ع خدا کا حکم تھا "حج کے مہینے" میں قضا آئی

چوں کہ ہم خدا کے حکم پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے حکیم مطلق کی حکمت بالغہ اور قادر مطلق کی قدرت کاملہ پر "راضی بہ رضائے مولیٰ" ہو کر زبان فانی سے بارگاہ ازلی وابدی میں یوں دعا کرتے ہیں اللّٰھم یا مجیب کل سائل ٥ بحق حبیبک اشرف الوسائل ٥ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذی الفضائل

یا ماجد یا مجیب اِغفر لہٗ

۱۴۴۱ھ

کئی حضرات نے ناگپور جانے کا ارادہ کر لیا چوں کہ اطلاع کے مطابق "تدفین" تک ناگپور پہنچنا ناممکن تھا اس لیے سب نے بعد نماز عصر "گلشن رضوی" (رائچور) ہی میں منعقدہ "محفل قرآن خوانی" میں شرکت کی۔ بعد قرآن خوانی، برادر گرامی مولانا حافظ محمد عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ اور راقم الحروف نے مختصراً حضور والا علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی ـــ ہمارے اشرف الفقہا کی عظمت کوئی کیا جانے؟ رضا و مصطفیٰ جانیں، نبی جانے، خدا جانے

اس موقع پر ہم آپ علیہ الرحمہ کے اہل خاندان سے تعزیت پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور حضور والا کی مغفرت فرما کر آپ کے علمی و روحانی فیضان سے سب کو سرفراز فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

المعلن: محمد قلندر رضوی غفرلہٗ خادم گلشن رضوی رائچور

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ کا ایک اہم پیغام

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ایک مرحومہ کے وارثین کو "ایصال ثواب" کے مختلف طریقے تحریر فرما کر ارسال کیے تھے، وہ یہ ہیں:۔

"مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا (جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے اور نہ ہی اس کو کوئی تکلیف دی جائے۔)

پرندوں[1] کے لیے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا، حتیٰ کہ کتے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔

ان کا ثواب میت (مرحوم یا مرحومہ) کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دوستوں کے تحفے، ہدیے سے۔

ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور (قبر) والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے بھیجا ہے"۔[2]

اللہ تعالیٰ خدمتِ طلبہ و طالبات کی توفیق عطا فرمائے۔

یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْن، یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن، یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْن، بطفیل سید الذاکرین رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تاحیات توبہ و استغفار، حمد و نعت خوانی، قرآن کی تلاوت و سماعت، درود و سلام اور دعاؤں کی کثرت نیز اپنے ذکر و عبادت کی توفیق عطا فرما۔ ہم سب کو، ہمارے والدین، ہمارے اہل و عیال اور احباب و متعلقین کو اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما۔ ہمارے دونوں گلشن (گلشن رضوی اور گلشن زہرا رائچور) کو ترقی و استحکام و حفاظت کی دولت عطا فرما نیز ان تمام کو بھی شاد و آباد رکھ جو ہر دو گلشن کو آباد رکھنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ آمین

ع ایں دعا از ایں قلندر یا خدا آمین باد

اپیل: آپ حضرات اپنے دونوں محبوب ترین اداروں کی ہر طرح مالی امداد فرماتے ہوئے مخلصانہ دعائیں فرماتے رہیں گے۔

[1] نوٹ: جب پرندوں اور کتے کو دانہ پانی دینا اجر و ثواب کا کام ہے تو بے شک علم دین حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کے لیے کھانا پانی، کپڑوں یا کتاب و کاپی اور قلم کا انتظام کرنا، ان کی جائز ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مالی امداد کرنا بدرجہ اولیٰ اجر و ثواب کے کام ہوں گے۔

[2] (کلیات مکاتیب رضا، ج:۲، ص:۲۱۲)

منجانب: دو بندگانِ خدا (محبان گلشن رضوی رائچور)